سلسلہ مطبوعات

30

(الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ھم یحزنون ۔ (الآیۃ))

مسئلہ وحدۃ الوجود

امت کے جلیل القدر اولیاء کرام کی عبارات کی روشنی میں اسکی تشریح
اور توضیح اور اس پر وارد ہونے والے اعتراضات کے مفصل جوابات

تالیف

مولانا محمد مخدوم عالم صفدر اوکاڑوی

خلیفہ و مرشد حضرت اقدس مولانا سید محمد امین شاہ

اتحاد اھل السنۃ والجماعۃ پاکستان

فہرست مضامین

نام کتاب:.................. مسئلہ وحدۃ الوجود

مصنف:.................. حضرت مولانا محمود عالم صفدر اوکاڑوی مدظلہ

کمپوزنگ:.................. عمران طارق جھنگوی

معاون:.................. مولانا بشیر احمد صاحب

اشاعت:.................. اول

سن اشاعت:.................. ۲۰۰۸ء

تعداد:.................. 1100

قیمت:.................. ×

ملنے کا پتہ:.................. اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ ۸۷ جنوبی لاہور روڈ سرگودھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

(۱) نبی اقدس کے بارے میں حق جل شانہ نے قرآن پاک میں جہاں اور صفات کو ذکر فرمایا ہے وہاں ذات نبوت کے لئے خاص طور پر دو صفات کو ذکر کیا ہے (۱) صفت بشیر (۲) صفت نذیر حق جل شانہ اپنی پاک کلام میں فرماتے ہیں انا ارسلناک بالحق بشیرا ونذیرا نبی اقدس ﷺ کی صفات اگرچہ ہزاروں سے متجاوز ہیں مگر مرکزی صفات دو ہیں جن کی طرف ذات حق نے اس آیت مبارکہ میں اشارہ فرمایا ہے (۱) صفت بشیر (۲) صفت نذیر پھر رسول اللہ ﷺ کے بعد امت میں ان صفات کے ورثاء پیدا ہوئے صفت نذیر میں آنحضرت ﷺ کے ورثاء حضرات فقہاء کرام ہیں جیسا کہ قرآن میں فرمایا لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم (الایۃ) کہ صحابہ کرام نبی کریم ﷺ کی فقاہت کی صفت کو حاصل کریں پھر اپنی قوم کو ڈرائیں اور صفت نذیر میں حضور کے وارث بنیں اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ صفت نذیر میں وارث فقہاء ہیں۔ علامہ سرخسی رحمہ اللہ مبسوط کے خطبہ میں فرماتے ہیں الحمد للہ الذی جعل ولایۃ الانذار للفقھاء، تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے انذار کی ذمہ داری فقہاء کے لئے بنائی اور صفت بشیر میں رسول اللہ ﷺ کے ورثاء حضرات صوفیاء کرام ہیں الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون میں اسی طرف اشارہ ہے۔

انسان کے ظاہر کو سنوارنے کے لئے مسائل شرعیہ کی طرف احتیاج ہوتی ہے جو حضرات فقہاء کرام بیان فرماتے ہیں اور باطن کو سنوارنے کے لئے حضرات صوفیاء کرام کی قدم بوسی اور جوتوں کو سیدھا کرنا پڑتا ہے جس طرح گاڑی کے چلنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کا ظاہر بھی درست ہو اور باطن میں پیٹرول وغیرہ بھی موجود ہو اسی طرح شریعت پر عمل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ظاہر بھی درست ہو اور باطن کے اندر کیفیت احسان موجود ہو تا کہ حدیث پاک اعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک یعنی اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا تو اللہ کو دیکھ رہا ہے اور اگر یہ کیفیت نہ ہو تو یوں سمجھ کہ اللہ تجھے دیکھ رہے ہیں۔ کا مصداق بن سکے عام انسان پر دو رکعت نفل پڑھنے بھی بھاری ہوتے ہیں لیکن جن

[illegible] میں احسان کی کیفیت حاصل ہوتی ہے ان کے لئے سینکڑوں نوافل پڑھنا آسان ہوتا ہے۔ غیر مقلدین حضرات چونکہ پورے دین کے دشمن ہیں اس لئے وہ حضرات فقہاء کرام کے بھی مخالف ہیں جو ظاہر دین کے علمبردار ہیں اور حضرات صوفیاء کرام کے بھی مخالف ہیں جو باطن کو سنوارنے والے ہیں۔ اس طرح غیر مقلدین حضرات فقہاء کرام کی عبارات پر تلبیسات کر کے بے جا اعتراضات کرتے ہیں اور اپنی آخرت تباہ و برباد کر رہے ہیں اسی طرح حضرات صوفیاء کرام پر بھی بے جا اعتراضات کر کے اپنے آپ کو جہنم کا ایندھن بنانے میں مصروف ہیں اس لئے کہ اعلان شہنشاہی ہے من عاد لی ولیا فقد اذنته بالحرب جو میرے ولی سے دشمنی کرتا ہے میرا اس کے ساتھ اعلان جنگ ہے۔ جنگ کے اندر دوسرے کی اہم ترین چیز ان پر حملہ کیا جاتا ہے اور ان کو تباہ و برباد کیا جاتا ہے انسان کے پاس اس حیات فانی میں سب اعلیٰ و افضل سرمایہ ایمان کا سرمایہ ہے تو جس شخص کے ساتھ ذات ذوالجلال کا اعلان جنگ ہو جاتا ہے پھر ایمان پر خاتمہ اس کے مقدر میں مشکل ہو جاتا ہے۔ اعاذنا اللہ منہ.

صوفیاء کرام کی جن عبارات پر بدقسمت لوگ اعتراضات کرتے ہیں ان میں سے بعض عبارات کا تعلق معرکۃ الآراء مسئلہ وحدۃ الوجود کے ساتھ ہے اس لئے آنے والے چند صفحات میں اس مسئلہ کی توضیح و تشریح اور اس پر وارد ہونے والے اعتراضات کے جوابات پیش کئے جاتے ہیں۔

تمہید: مسائل کا ایک درجہ عقائد کا ہے دوسرا احکام کا تیسرا احسان کا۔ یہ تینوں دین کے شعبے ہیں جیسا کہ حدیث جبرئیل علیہ السلام میں واضح طور پر ان کا ذکر موجود ہے۔ پھر عقائد کی دو قسمیں ہیں (۱) ضروریات دین یہ ان مسائل کو کہا جاتا ہے جن میں سے ایک کے انکار یا تاویل باطل سے انسان دین اسلام سے محروم ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ توحید، رسالت، ختم نبوت، قیامت، عذاب قبر، شفاعت، قیامت میں رؤیت باری تعالیٰ حیات عیسیٰ علیہ السلام کے مسائل۔

دوسری قسم کے مسائل وہ ہیں جن کو ضروریات اہل سنت کہا جاتا ہے کہ ان میں سے کسی ایک کے انکار سے انسان اہل سنت سے نکل کر اہل بدعت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح احکام میں بھی کچھ احکام مجمع علیہ ہیں اور کچھ مختلف فیہ یعنی کچھ احکام ایسے ہیں جن کے انکار سے انسان کفر میں داخل ہو جاتا ہے جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد وغیرہ اور کچھ احکام ایسے ہیں کہ جن کے انکار سے انسان اگرچہ دائرہ

اسلام سے خارج نہیں ہوتا لیکن اس کا دائرہ اہل سنت سے خروج یقینی ہوتا ہے۔ اور وہ اہل سنت سے نکل ان بہتر فرقوں میں سے کسی ایک کا فرد بدقسمت بن جاتا ہے جن کے متعلق آقائے دو جہاں نے ناری ہونے کی خبر دی ہے۔

تیسری چیز احسان ہے احسان میں ادنیٰ درجہ مراقبہ کا ہے فان لم تکن تراہ فانہ یراک اور اعلیٰ درجہ مقام مشاہدہ ہے ان تعبد اللہ کانک تراہ یاتی کیفیت احسان کو حاصل کرتے ہوئے مختلف احوال و مکاشفات اور مقامات ذاتی حیثیت رکھتے ہیں اس میں سالک یعنی سلوک طے کرنے والے کا کوئی اختیار نہیں ہوتا پھر وہ احوال و مکاشفات نہ ہی عقائد کا حصہ ہیں نہ احکام کا کسی کے ذاتی یا کشفی خواب کو اس کی پوری جماعت کا عقیدہ قرار دینا یہ محض تعصب اور جہالت کا شاخسانہ ہے جیسے ہر مسلمان کے خواب کا قرآن وحدیث میں ہونا ضروری نہیں ہے ہاں قرآن وحدیث کے خلاف نہ ہو اور اگر خلاف بھی ہو تب بھی دیکھنے والا معذور ہے اگرچہ اس پر عمل نہیں کیا جائے گا جیسا کہ خواب میں غیر عورت کے ساتھ احتلام کا ہو جانا خواب دیکھنے والا معذور ہوگا لیکن شریعت کے ہاں قابل مواخذہ نہ ہوگا اس لئے کہ وہ اس میں بے اختیار ہے ہاں خواب دیکھ کر جس عورت کے ساتھ خواب میں احتلام ہوا ہے بیداری میں اس پر بیوی ہونے کا دعویٰ کرنا ناجائز ہے۔ اسی طرح ہر ہر کشف کا قرآن وحدیث میں ہونا ضروری نہیں۔ اور نہ ہی کسی کے کشف کو اس کی جماعت کا عقیدہ قرار دیا جا سکتا ہے صاحب کشف اپنے کشف میں بے اختیار ہونے کی وجہ سے بے گناہ ہے۔ کیونکہ وہ نائم کی طرح مرفوع القلم ہے ہاں اس کو تسلیم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن وسنت کے خلاف نہ ہو۔ جس طرح بعض خواب عجیب وغریب ہوتے ہیں ان کی تعبیر عوام تو عوام بلکہ خواص کو بھی سمجھ میں نہیں آتی اسی طرح بعض کشف بھی عجیب وغریب ہوتے ہیں جس کی تعبیر سمجھ میں نہیں آتی اور بظاہر کتاب وسنت کے خلاف ہوتے ہیں ان کو شطحیات کہا جاتا ہے۔ یہ متشابہات کے حکم میں ہوتے ہیں جس طرح متشابہات کو عقائد نجران کے پادریوں نے قرار دیا اسی طرح شطحیات کو بھی عقائد کا درجہ دینا نجران کے پادریوں کی تقلید ہے۔

فرقہ ناجیہ اور طائفہ منصورہ کا نام اہل سنت والجماعت ہے اس میں لفظ سنت میں ان کی نسبت جناب رسول اقدس ﷺ کی طرف ہے جو بعصمہ معصوم ہیں اور جماعت کا مطلب یہ ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے بعد کسی بھی شخص کو معصوم نہیں مانتے ہاں بفرمان رسول اقدس ﷺ ہم امت کے اجماع کو معصوم مانتے ہیں اس لئے کسی بھی فرد کی لغزش یا تفرد کو اہل سنت والجماعت کا عقیدہ قرار نہیں دیا جا سکتا اس لئے کسی بھی

[illegible] کسی کے قول کو [illegible] کہا جائے گا کہ جماعت نے اس کو کیا درجہ دیا ہے اگر عقیدے کے درجے میں قبول کیا ہے تو وہ عقیدہ ہوگا اگر احکام کے درجے میں قبول کیا تو وہ حکم ہوگا۔ اور اگر اس کو شطحیات کے اندر داخل کیا ہے تو وہ شطحیات میں سے ہوگا یعنی نہ اس پر عمل ہوگا اور نہ اس کا قائل کافر معاذ اللہ ہوگا الغرض کسی آدمی کی ذاتی بات کہ جس کو جماعت نے قبول نہ کیا ہو اس کو جماعت کا عقیدہ قرار دینا کسی دجال کا ہی کام ہو سکتا ہے۔ اور اس قسم کے الحاد کی وجہ در اصل یہ ہے کہ تصوف میں نابلد لوگ صوفیاء کرام کی کتب کو دیکھتے ہیں اور انکی اصطلاحات سے ناواقفیت کی وجہ سے اپنی فہم کے مطابق ان عبارات کو غلط مفہوم پہنا کر حضرات صوفیاء کرام [illegible] اپنی عاقبت کو تباہ کرتے ہیں۔

نااہل کے لئے مسائل تصوف میں غور و خوض قابل مذمت ہے

[illegible] حاجی امداد اللہ [illegible] شمائم امدادیہ لکھتے ہیں کہ

[illegible] ایک شخص نے مسئلہ وحدۃ الوجود [illegible] دریافت کیا حضرت حاجی امداد اللہ نے فرمایا کہ یہ [illegible] مشائخ کا ہے مگر قال [illegible] تصدیق [illegible] کافی ہے [illegible] اس کا لازم اور افشاء [illegible] اس مسئلہ کے [illegible] ہیں بلکہ بحد سے دقیق کر فہم عوام بلکہ فہم علماء ظاہر میں [illegible] اصطلاح [illegible] سے عاری ہیں نہیں آتے تو الفاظ میں کہنا اور دوسروں کو سمجھانا کب ممکن ہے بلکہ جن [illegible] کا سلوک ناتمام ہے اور وہ مقام نفس سے ترقی کر کے مرتبہ قلب تک نہیں پہنچے ہیں ان سے ضرر [illegible] پاتے ہیں اور مکر نفس سے چاہ الحاد و قعر ضلالت میں پڑ جاتے ہیں نعوذ باللہ منہا اس جگہ پر زبان روکنا [illegible] (شمائم امدادیہ ص ۳۰)

حضرت امداد اللہ مہاجر مکی فرماتے ہیں شیخ الشیوخ ہم عصر اور ہم وطن ابن عربی لوگوں نے شیخ اکبر [illegible] کہا اور فرمایا فہو زندیق آدمی ان کے صحبت سے اعتراض کرتے تھے جب انہوں نے [illegible] شیخ الشیوخ نے ان سے آخرت کا حال دریافت کیا ارشاد ہوا کہ قطب الوقت [illegible] فلاں ولی اللہ تمام ہوگئے تعجب ہوئے عرض کیا کہ کیوں ان کو زندیق کہہ کر ہم کو استفادہ سے محروم رکھا [illegible] فرمایا کہ وہ ولی واصل حق تھے لیکن جذبہ قوی رکھتے تھے ہر چند مقرب بارگاہ تھے مگر قابل اتباع نہ

تھے آخر زمانہ میں مجذوب ہو گئے تھے اور زبان ان کی افشاء اسرار میں بے اختیار ہو گئی تھی اگر تم لوگ ان کی صحبت میں رہتے تو گمراہ ہو جاتے کیونکہ غلبہ حال سے ایسی ایسی باتیں کرتے تھے جو تمہارے سمجھ میں آنے کے قابل نہ تھیں اور عوام کے لئے نقصان رساں تھیں۔ اگر خیال کرو تو میں نے تمہارے اوپر احسان کیا ہے۔ اس جگہ فرمانا چاہیے کہ ہم لوگوں کا کیا منصب ہے کہ کس دنا کس بازاریوں سے مسئلہ وحدۃ الوجود وحدۃ الوجود کا ذکر کریں اور عوام کو تھوڑا بہت ایمان تقلیدی رکھتے ہیں اس ایمان سے بھی بے نصیب کریں اس معاملہ میں گفتگو فضول ہے بلکہ اپنا وقت اور عوام کا اعتقاد ضائع کرنا ہے (شمائم امدادیہ ص ۲۳)

امام شعرانی رحمہ اللہ نے فرمایا میں ایسے تمام لوگوں کو جو کہ اہل کشف کے کلام کے سمجھنے تک پہنچنے سے عاجز ہیں وصیت کرتا ہوں کہ وہ ظاہر کلام متکلمین کے ساتھ قائم رہیں اس سے آگے تجاوز نہ کریں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل کشف کے عقائد تو ایسے امور پر مبنی ہیں جو مشاہدہ کے متعلق ہیں (اور مشاہدہ عام نہیں) اور غیر اہل کشف کے عقائد ایسے امور پر مبنی ہیں جن پر ایمان رکھتے ہیں (اور ایمان عام ہے) (التصوف الطریقی ص ۵)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

پس اگر مخاطب جنس عوام سے ہوگا جو کہ فرق مراتب بخوبی نہیں کر سکتا تو اس کے سامنے اس مسئلہ کا بیان کرنا الحاد و زندقہ کا سبب ہوگا اسے احتراز کرنا واجب ہے جیسا کہ حضرت معاذ کی حدیث بخاری شریف کتاب العلم باب اختص بالعلم قوما دون قوم حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا حضرت معاذ کے آپ ردیف تھے اے معاذ انہوں نے عرض کیا میں حاضر ہوں حضور ارشاد آپ نے فرمایا جو کوئی صدق سے اللہ تعالی کی وحدانیت اور میری رسالت کی گواہی دے گا تو اللہ تعالی اس پر آتش دوزخ حرام کر دے گا معاذ نے عرض کیا کہ میں لوگوں کو بشارت نہ سناؤں حضور ﷺ نے فرمایا پھر لوگ اعمال کرنے چھوڑ دیں گے۔ (فتاوی عزیزی ج ۱ ص ۲۸-۲۹)

ذوقیات

آئمہ مجتہدین احکام شرعیہ کا استنباط کتاب و سنت سے فرماتے ہیں اس لئے ان احکام پر عمل کرنا کتاب و سنت پر ہی عمل ہے اس لئے ان کے فتاوی حجت شرعیہ ہیں اس کے برعکس صوفیاء کرام جب مقام مشاہدہ کی لذت چکھتے ہیں تو اپنے ذوقیات کو بیان فرماتے ہیں اور ذوقیات کے بیان کے لئے الفاظ کا دائرہ

نے خود سیب نہیں چکھا آپ اسے الفاظ سے اس کی مٹھاس نہیں سمجھا سکتے وہ پوچھے گا ہو؟ آپ کہیں گے نہیں۔ سیب میٹھا تو ہوتا ہے مگر اس کی مٹھاس گڑ سے مختلف ہے۔ وہ کہے گا ہو؟ آپ کہیں گے نہیں آپ بات کو جتنا بڑھائیں گے بات الجھتی ہی جائے گی اور آخر پڑے گا کہ تم عجیب عالم ہو کہ بات سمجھا ہی نہیں سکتے۔ اب آپ ایک قاش سیب کی اسے کھلا وہ اس کی مٹھاس چکھ لے گا مگر آپ اسے کہیں اب تم الفاظ میں اس فرق سمجھاؤ تو وہ کبھی بھی نہ سمجھا سکے گا۔ اسی طرح آپ بچے کو الفاظ میں لذت جماع سمجھانا چاہیں تو حیرت و ناکامی کے سوا کچھ نصیب نہ ہو اولاد عورت کو آپ مامتا کی محبت الفاظ میں نہیں سمجھا سکتے۔ ہاں جب وہ خود ماں بن جائے گی اب کسی کے سمجھائے ہی اسے مامتا کا پتا چل جائے گا۔ تو صوفیاء کے مقامات ذوقی ہیں وہ ہر مقام پر یہی نعرہ [لگا]تے ہیں بخدا نہ دانی تانہ چشی (خدا کی قسم جب تک نہ چکھو گے نہ جان سکو گے کہ ذائقہ کیا ہے) اور غیر مقلدین ذوقیات کو الفاظ کے پیمانوں سے ناپتے ہیں اس لئے ضلوا واضلوا کا مصداق بنتے ہیں۔ [دیکھئے] چینی میٹھی ہے اس کی مٹھاس کو صاحب ذوق ہی جانتا ہے اگر بلغم کے غلبہ سے زبان قوت ذوق کھو بیٹھی ہو تو اس بے ذوق زبان کے لئے چینی اور ریت برابر ہے۔ اب ظاہر ہے کہ صاحب ذوق کے سامنے بے ذوق کی بات کو کوئی بے ذوق ہی قبول کر سکتا ہے۔ اور اگر خدانخواستہ غلبہ صفراء سے ذوق بالکل بگڑ چکا ہو اور وہ چینی کو کڑوا زہر قرار دے اور وہ بدذوق چینی کی مخالفت کتب میں لکھنی شروع کر دے کہ چینی زہر ہے اس سے بچو اور چینی بیچنے والوں کو گالیاں دینا شروع کر دے تو عقلمند لوگ ذوقیات میں صاحب ذوق کی ہی بات مانیں گے بے ذوق کو بیمار اور معذور سمجھیں گے اور بدذوق کے واویلے اور غل غپاڑے پر کوئی عقلمند کان بھی نہ دھرے گا۔

موجودہ غیر مقلدین کا صوفیاء کرام کے خلاف واویلا اپنی جہالت کا مرثیہ اور ایک احمقانہ غل غپاڑہ ہے ان کا ایمانی ذوق بگڑا ہوا ہے۔ اعتماد علی السلف کی بجائے اکابر سے بدگمانی اور اسلاف پر بد زبانی ان کا اوڑھنا بچھونا ہے اور فکر آخرت تو ان کے قریب سے بھی نہیں گزرا اس وجہ سے یہ ہدایت سے محروم ہیں۔ اور کتنے جاہلوں کو انہوں نے راہ ہدایت سے گمراہ اور محروم کیا گمراہی کا پہلا سبب اللہ والوں سے وحشت ہے دوسرا سبب اہل اللہ سے نفرت ہے اور آخری سبب اللہ والوں سے عداوت ہے جس پر اللہ

تعالیٰ کی طرف سے اعلان جنگ ہو جاتا ہے اور ہدایت کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

وحدت الوجود کی اہمیت

عالم اسلام کے مایہ ناز مورخ ابوالحسن ندوی اس مسئلہ کی اہمیت کے بارے لکھتے ہیں:

اس مسئلہ کا اثر شیخ اکبرؒ کے زمانہ کے بعد اتنا ہمہ گیر بلکہ عالمگیر تھا کہ کہا جا سکتا ہے کہ صوفیاء، فلاسفہ اور شعراء میں نوے فیصد اس مسئلہ کے قائل یا اس سے مرعوب ہو کر اس کے ہمنوا بن گئے ہیں شیخ سے اختلاف کرنے والے زیادہ تر محدثین فقہاء اور وہ علماء ہیں جن کو علمائے ظاہر کہا جاتا ہے ان میں حافظ ابن حجر عسقلانی، علامہ سخاوی، ابوحیان، مفسر شیخ الاسلام عز الدین ابن عبد السلام، حافظ ابو زرعہ، شیخ الاسلام سراج الدین البلقینی، ملا علی قاری، علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہم اللہ جیسے نامور علماء اور آئمہ فن تھے۔

یہ حضرات اگرچہ اپنے علم و فضل کتاب و سنت پر وسیع اور گہری نظر اور علوم دینیہ میں تبحر کے لحاظ سے بہت فائق تھے لیکن ایک دو کو مستثنیٰ کر کے اہل تصوف و حقائق کو ان میں سے کسی کا حقائق و علوم باطنی کا محرم آشنا ہونا تسلیم نہیں اس لئے ان کی مخالفت کو الناس اعداء ما جھلوا لوگ جس کو جانتے نہیں اس کے دشمن ہو جاتے ہیں کے عام اصول پر محمول کیا گیا (تاریخ دعوت عزیمت ص ۳۴۹ ج ۴)

شیخ دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

جیسا کہ اوپر کہا گیا مسلک وحدۃ الوجود کی تردید اور شیخ اکبرؒ پر تنقید کرنے والے زیادہ تر علوم ظاہر کے دریا کے غواص اور حقیقت و معرفت کے کوچہ ریاضت و مجاہدہ کی دنیا اور معارف و حقائق اور عملی تجربات اور ذوق سے نا آشنا تھے اس لئے اس مشرب کے ذوق آشنا ان کی تنقیدات کو یہ کہہ کر ناقابل اعتنا قرار دے دیتے تھے۔

لذت مے نہ شناسی بخدا تا نچشی

اور ع

چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

(تاریخ دعوت وعزیمت ۱۷۱ ج ۴)

مولانا نذیر احمد عرشی شارح مثنوی مولانا روم رحمہ اللہ اس ضمن میں رقمطراز ہیں:

واضح ہو کہ وحدۃ الوجود کا مسئلہ وہ معرکۃ الآراء مسئلہ ہے جس کی بناء پر صدیوں سے اہل ظواہر اور صوفیا میں سخت اختلاف چلا آتا ہے بزرگان سلف قدیم اس مسئلہ پر اشارات کرتے آتے ہیں اور صوفیا ملت اس مسئلہ کو معرفت کی جان سمجھتے ہیں طبقہ سلف کے گزر جانے اور ہجرت نبویہ سے پانچ سو برس منقضی ہونے کے بعد اس مسئلہ میں صوفیاء کے دو گروہ ہو گئے ایک گروہ وحدۃ الوجود کا اور دوسرا وحدۃ الشہود کا قائل سمجھا جاتا (مفتاح العلوم شرح مثنوی مولانا روم)

وحدۃ الوجود کی تشریح و توضیح کے بعد صاحب مفتاح العلوم وحدۃ الشہود کی وضاحت اس طرح فرماتے ہیں اوپر بیان کیا گیا تھا کہ ہجرت سے پانچ صدی بعد صوفیا کے دو گروہ ہو گئے ایک گروہ وحدت الوجود کا قائل ہے اور اس مسئلے پر تقریرات اوپر درج ہو چکیں۔ دوسرا گروہ صوفیا سلف کے ان اشارات کی تاویل کرتا ہے اور اس کو سکر و استغراق پر محمول کرتا ہے ان حضرات کو وحدۃ الوجود کی واقعیت سے انکار ہے اور فرماتے ہیں کہ سالک کو بعض اوقات وحدۃ الوجود کا احساس ہوتا ہے لیکن نفس الامر میں وہ واقع نہیں جیسے کہ سورج کی روشنی میں تمام ستارے بے نور ہو جاتے ہیں اور نظر نہیں آتے حالانکہ نفس الامر میں وہ موجود و منور ہوتے ہیں لیکن دن کے وقت نور آفتاب کے غلبہ سے ان کا نور مضمحل ہو جاتا ہے پس یہ وحدۃ جس کو وحدت الوجود کہا جاتا ہے دراصل وحدۃ الشہود ہے شیخ علاؤ الدولہ سمنانی اور بہت سے دیگر حضرات متقدمین میں سے اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ اور ان کے اتباع متاخرین میں سے وحدۃ الشہود کے قائل ہیں۔

جس طرح شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہا اللہ نے وحدۃ الوجود (جو پہلے سے مسلمان صوفیا میں موجود تھا) کو مرتب اور باضابطہ طور پر پیش کیا جس کے سبب یہ ان کی ذات سے منسوب ہو کر رہ گیا اسی طرح حضرت مجدد الف ثانی جنہیں نظریہ وحدۃ الشہود کا بانی تصور کیا جاتا ہے نے پہلے سے موجود اس تصور کو باضابطہ و باقاعدہ طور پر پیش کیا جس سے اس تصور نے ایک نظریہ کی صورت اختیار کر لی ہر دو نظریات کو اسلامی تصوف میں بڑی اہمیت حاصل ہے اگرچہ عام طور پر انہیں متضاد نظریات سمجھا جاتا ہے مگر بہت سے لوگوں کے نزدیک ان میں تضاد نہیں کچھ کے نزدیک وحدۃ الوجود وحدۃ الشہود کا تتمہ ہے اور کچھ حضرات وحدۃ الشہود کو وحدۃ الوجود ہی کی ایک تعبیر بتاتے ہیں۔

حضرت حاجی امداد اللہ کی تحقیق وحدۃ الوجود کے بارہ میں صاحب شمائم امدادیہ لکھتے ہیں کہ

ایک دن ایک شخص نے مسئلہ وحدت الوجود دریافت کیا حضرت حاجی امداد اللہ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ حق و صحیح و مطابق بواقع ہے اس مسئلہ میں کچھ شک و شبہ نہیں ہے معتقد علیہ تمامی مشائخ کا ہے مگر قال و اقرار نہیں البتہ حال و تصدیق ہے یعنی اس مسئلہ میں یقین و تصدیق قلبی کافی ہے اظہار اس کا لازم اور افشا ناجائز ہے کیونکہ اسباب ثبوت اس مسئلہ کے بہت نازک ہیں بلکہ بحدے دقیق کہ فہم عوام بلکہ فہم علماء ظاہر میں کہ اصطلاح عرفاء سے عاری ہیں نہیں آتے تو الفاظ میں کہنا اور دوسروں کو سمجھانا کب ممکن ہے بلکہ جن صوفیوں کا سلوک ناتمام ہے اور وہ مقام نفس سے ترقی کر کے مرتبہ قلب تک نہیں پہنچے ہیں اس سے ضرر شدید پاتے ہیں اور مکر نفس سے چاہ الحاد و قعر ضلالت میں پڑ جاتے ہیں نعوذ باللہ منہا اس جگہ پر زبان روکنا واجب ہے (شمائم امدادیہ ص ۳۰)

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی ۷ ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ کو نانوتہ میں بعد جلسہ دوم مدرسہ دیوبند اس وقت مفتی مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور چند آدمی بیٹھے تھے بفقیر راقم محمد جلال الدین عفی عنہ نے قاسم الخیرات مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی سے ذکر کر دیا کہ قاضی عنایت علی منگلوری رڑکی میں کہتے تھے کہ میں نے مولوی محمد قاسم سے وحدۃ الوجود کا ثبوت چاہا با صواب جواب نہ پایا یہ بات کیونکر ہے مولوی صاحب موصوف نے صاف صاف کہہ دیا کہ کس سے کہوں کوئی سمجھے تو سمجھاؤں شہود اور وجود دونوں درست ہیں۔ قاضی صاحب ممدوح ایسے فہمی ہیں کہ انکی اتمام کو دو اقلیدس میں سے اس وقت کہ ہم نے پڑھی نہ تھی، پانچویں یا نویں انکی شکل اول، مقالہ اقلیدس لکھ کر جو ثبوت ما انکا حل نہ کر سکے پھر آپ بتائیں کہ وحدت الوجود کو کیا سمجھیں گے کوئی اس مادہ کا آدمی گفتگو کرے اور سمجھے چنانچہ احقر راقم کے نام مولانا کا مکتوب ایک بڑی حجت ہے اس سے مراد جمال قاسمی ہے جس مکتوب میں حضرت نانوتوی نے مسئلہ وحدت الوجود اور حیات انبیاء علیہم السلام بیان کیا ہے۔ (فیوضات حسینی ص ۹۳)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مسئلہ وحدۃ الوجود پر دلائل

وحدت الوجود کی قرآنی بنیاد

قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

هو الاول والاخر والظاهر والباطن وهو بكل شيء عليم

وہ اللہ تمہارا اول بھی ہے آخر بھی ہے ظاہر بھی ہے باطن بھی ہے اور وہی ہر شے کا جاننے والا ہے۔ نبی اکرم حضور سرور عالم ﷺ نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر ایک دعا کی صورت میں یوں فرمائی ہے۔

اللهم انت الاول فليس قبلك شيء وانت الاخر فليس بعدك شيء وانت الظاهر فليس فوقك شيء وانت الباطن فليس دونك شيء۔

اے اللہ تو اول ہے پس تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں اور تو آخر ہے پس تیرے بعد کوئی چیز نہیں اور تو ظاہر ہے پس تیرے اوپر کوئی شے نہیں اور تو باطن ہے پس تیرے سوا کوئی شے نہیں۔

از روئے تعلیمات قرآن اللہ تعالیٰ ہمارا الہ ہے وہی ہمارا معبود ہے، وہی ہمارا رب ہے، ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں، اسی سے مدد مانگتے ہیں لیکن اس کے ساتھ قرآن حکیم نے ہمیں یہ بھی بتایا ہے کہ وہ ہمارا اول ہے، آخر ہے، ظاہر ہے، باطن ہے، وہ ہم سے قریب ہے، اقرب ہے، وہ ہمارے ساتھ محیط ہے، تو پھر ہم کیا ہیں؟ ہمارا اس سے کیا رشتہ ہے؟

وحدت الوجود اسی عقدہ لاینحل کا حل ہے قرآنی تعلیمات کی رو سے ہمارے اپنی ذات کے عرفان ہی سے حق تعالیٰ کا عرفان ممکن نظر آتا ہے اس لئے سب سے پہلے عرفان نفس حاصل کرنے کے لئے قرآن حکیم سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔

چونکہ تمام اشیاء کائنات ہماری ذات پر بھی لفظ شی کا اطلاق ہوتا ہے (اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں کل اشیاء کے متعلق ارشاد فرمایا ہے)

انما امره اذا اراد شيئا ان يقول له كن فيكون ۔ (يٰسين آية ۸۲)

اس کا حکم یہی ہے وہ جس شے کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے حکم دیتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔

آیت مذکورہ بالا میں خطاب شی سے ہو رہا ہے یعنی امر کن کی مخاطب شی ہے یہاں دو احتمال ہیں۔

(۱) یا تو وہ شی جس سے خطاب ہو رہا ہے خارج میں موجود ہے (۲) یا معدوم ہے۔

پہلی صورت میں امر کن کا خطاب تحصیل حاصل ہے خارج میں موجود شی کا موجود ہو جانا بے معنی ہے۔ اگر شی معدوم محض ہے تو پھر خطاب باطل ہوگا کیونکہ معدوم محض مخاطب کیسے ہو سکتی ہے لہٰذا ضروری ہے کہ وہ شی جسے ارادہ الٰہی خارج میں موجود کرنا چاہتا ہے، جو امر کن کی مخاطب بنا تو ثابت ہو علمی یا ذہنی وجود کے ساتھ اور خارجاً معدوم ہو یہ وجود یعنی اشیاء کی اس عدمیت خارجی پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے۔

وقد خلقتک من قبل ولم تک شیئا (مریم الایۃ ۹)

قبل از خلق تو کوئی شے نہ تھا یعنی معدوم تھا وجود خارجی نہ رکھتا تھا میں نے تجھے خلق کیا

ان نصوص سے دو باتوں کا اثبات ہوتا ہے۔

(۱) ہر شے قبل از تخلیق حق تعالیٰ کی معلوم ہے اس کا ثبوت علمی ذات حق میں متحقق ہے۔ قبل از خلق خالق کو اپنی مخلوق کا علم ضروری ہے اور تخلیق کے بعد بھی وہ حق تعالیٰ کی معلوم ہے لہٰذا شے کی ماہیت معلوم ہے علم الٰہی میں ثابت اور اسی کی ذات پر عارض یا ذات میں مندرج۔

(۲) ہر شے خارجاً مخلوق ہے حق تعالیٰ اس کا خالق ہے اشیاء کی ذوات قبل تخلیق علم الٰہی میں ثابت ہیں ثبوت علمی رکھتی ہیں، معلومات حق ہیں، صور علمیہ حق ہیں۔ صوفیاء کی اصطلاح میں یہی اعیان ثابتہ کہلاتی ہیں۔ یہی امر کن کی مخاطب ہیں اور یہی مرتبہ علم باطن سے عین (ظاہر و خارج) میں آنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ اسی اعتبار سے تمام عالم کا نام ممکن الوجود ہے بالغیر موجود ہے۔ علماً و خارجاً اس لئے کہ اشیاء ذات الٰہی کی صور علمیہ ہیں اور اسی سے قائم ہیں خارجاً اس لئے کہ یہ حق تعالیٰ کے حکم ہی سے وجود خارجی پا رہی ہیں، اور اپنے وجود میں اس کی محتاج ہیں وجود کو مستعار لے رہی ہیں کہ قبل تخلیق وجود خارجی سے عاری تھیں معدوم اضافی تھیں اور لم تک شیئا کا مصداق تھیں۔ اب ہم خالق و مخلوق کی ذوات (عالم و معلوم) کے درمیان جو ربط پایا جاتا ہے اس کی نوعیت پر غور کرتے ہیں ذات خالق اور ذوات مخلوق میں بے تاویل و بے احتمال اصطلاح غیریت ثابت ہوتی ہے ایک مثال پر غور کریں کہ ایک مصور نے اپنے ذہن میں موجود ایک باغ کے تصور کو تصویر کی صورت پردہ پر پیش کیا باغ بحیثیت صورت علم مصور کے ذہن میں پایا جاتا ہے اور اپنے وجود ذہنی کے لئے ذہن مصور کا محتاج ہے یعنی قائم بالذات نہیں قائم بالغیر ہے۔ مصور کا ذہن اس کا مقوم ہے قیوم

ہے اور وہ قائم بالذات مصور کا بنایا ہوا نقش ایک صورت ہے یعنی متعین و متحیز ہے محدود و مقید ہے غرض ذہن اور صورت ذہنی مصور اور تصویر کسی معنی میں ایک نہیں نقاش نقش نہیں نہ نقش نقاش ہے دونوں میں مغایرت کلی پائی جاتی ہے اسی طرح بہ تشبیہ و بالا تمثیل یہ کہا جا سکتا ہے ذات حق (عالم) اور ذوات اشیاء (معلوم) خالق و مخلوق میں غیریت کلی پائی جاتی ہے

ذات حق بالذات موجود ہے قائم بالذات ہے اپنے وجود میں کسی کی محتاج نہیں اور حیات و علم ارادہ و قدرت سماعت بصارت کلام جملہ صفات وجودی سے متصف ہے اس کے برخلاف ذوات اشیاء فی نفسہ شان عدمیت رکھتی ہیں کیونکہ انہیں وجود ذاتی نہیں یا اپنی اصل و ماہیت کے لحاظ سے صور علمی ہیں اور اس لئے بالغیر ثبوت علمی یا وجود ظلی رکھتی ہیں وجود ذاتی نہ ہونے کا نام عدم ہے عدم اضافی عدم حقیقی نہیں اور پھر ان ذوات عدمیہ میں نہ صفت حیات ہے نہ علم نہ ارادہ نہ قدرت نہ سماعت نہ بصارت نہ کلام بلکہ یہ ذوات عدمیہ جملہ صفات عدمی سے متصف ہیں اب جو وجود و صفات وجودیہ سے عاری ہو وہ فعل کا صدور کیسے ممکن ہے اور فعل اس کا ذاتی کب ہو سکتا ہے البتہ [illegible] فعلیہ کا تصور کیا جا سکتا ہے جن کو کسبیات بھی کہا جاتا ہے لیکن اس کی ذاتیات ہیں جو ذات [illegible] سے محروم ہو اور محض ثابت فی العلم ہو اس سے آثار کا ترتب بھی ناممکن ہے ذات حق ذات مطلق و [illegible] کا یہ ازلی ہے۔

حضرت امام ولی اللہ کے عم بزرگوار حضرت شیخ محمد صاحب جو حضرت شاہ عبدالرحیم کے استاذ بھی ہیں فرماتے ہیں کہ وجود عالم مستلزم ہے عدم واجب کو کیونکہ بر تقدیر وجود عالم واجب یا تو خارج از عالم ہوگا تو محدود ہوگا اور محدود واجب نہیں ہو سکتا یا داخل عالم ہوگا پس حلول لازم آیا حالانکہ حق تعالیٰ حلول سے منزہ ہے اور اسی عدم ممکنات من جمیع الوجوہ بھی ضروری البطلان ہے لہذا یہ بات متعین ہوگی کہ عالم عبارت ہے حقیقت وجود کے تعینات اعتبار سے یا بالفاظ دیگر یوں کہہ سکتے ہیں کہ عالم بذات خود معدوم ہے اور پھر موجود بالغیر ہے اور وہ غیر اس کا قیوم ہے (انفاس العارفین ص ۱۰۱)

وحدت اور اتحاد

اہل فہم کے ہاں یہ مسلم اصول ہے کہ ہر کثرت کسی وحدت کی طرف سمٹ آتی ہے مثلاً دنیا میں کروڑہا مرد و عورتیں ان کی ساری کثرت ایک لفظ انسان میں سمٹ آئے گی اس کو وحدت انسانیت کا نام دیا جاتا ہے۔ اس وحدت میں سارے انسان آ گئے مگر نبی نبی ہی رہا، ولی ولی ہی، کافر کافر ہی رہا اور مسلمان

مسلمان رہا، باپ باپ ہی رہا اور بیٹا بیٹا ہی، بہن بہن ہی رہی، بیوی بیوی ہی۔ اب اگر کوئی غیر مقلد جاہل وحدت انسانیت کا معنی اتحاد انسانیت کرے کہ کافر مسلمان سب ایک ہو گئے بہن اور بیوی کے احکام ایک ہی ہو گئے باپ باپ نہیں، بیٹا بیٹا نہیں رہا۔ پھر وحدت انسانیت کے قائلین کو گالیاں دینے لگے تو اس کو اپنے عقل کا ماتم کرنا چاہیے اسی طرح حیوانات کی ساری کثرت وحدت حیوانیت میں سمٹ آئی اب اگر کوئی منکر تصوف یہ مطلب سمجھے کہ چونکہ میں اور خنزیر دونوں وحدت حیوانیت میں آ گئے ہیں اس لئے میں خنزیر ہوں اور ہر خنزیر میں ہوں اور یوں کہے کہ میری ماں اور کتیا چونکہ دونوں وحدت حیوانیت میں شامل ہیں اس لئے میری ماں کتیا ہے اور ہر کتیا میری ماں ہے۔ اسی طرح اجسام کی کثرت وحدت جسمانیت میں آ گئی اب اگر کوئی مخالف تصوف یہ کہے کہ میرا باپ بھی جسم ہے اور پاخانہ کی ڈھیری بھی جسم ہے تو یہ دونوں وحدت جسمانیت کے فرد ہیں اس لئے میرا باپ پاخانہ ہے اور ہر پاخانہ میرا باپ ہے۔

کاش! منکرین تصوف وحدت اور اتحاد کا مطلب سمجھ لیتے تو ذلت و گمراہی کے گڑھے میں نہ گرتے اور خسر الدنیا والاخرۃ کا مصداق نہ بنتے لیکن دیہاتی لوگ کہا کرتے ہیں کہ خدا جب ناراض ہوتا ہے تو اس پر لاٹھی نہیں مارتا بس اس کی مت مار دیتا ہے۔ عارفین کہتے ہیں

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد	میلش اندر طعنہ پاکاں زند

اسی طرح وجود کا لفظ ایسا ہے کہ خالق اور مخلوق دونوں پر بولا جاتا ہے تو وحدت وجود میں خالق اور مخلوق دونوں آ گئے تو اس اعتبار سے وحدت الوجود کا قول کر لیا گیا لیکن خالق خالق ہی رہا اور مخلوق مخلوق ہی اور واجب واجب ہی رہا اور ممکن ممکن ہی۔ اور اس میں اتحاد کا قول کفر ہے۔ شیخ اکبر خود فرماتے ہیں اما القول بالاتحاد فهو من مقالة اهل الكفر و الالحاد اگر کسی مغلوب الحال کی کلام سے ایسی بو آئے تو وہ معذور ہے جب مغلوب الحال مجنون کی طرح مرفوع القلم ہے تو پھر اس پر اعتراض کیسا کیا اس پر اعتراض کرنا شریعت کی کھلی مخالفت نہیں؟

وحدۃ الوجود کی تشریح:

حضرت تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں ظاہر ہے کہ تمام کمالات حقیقۃ اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں اور مخلوقات کے کمالات عارضی طور پر ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور خلافت کے طور پر ان میں موجود ہیں ایسے

وجود کو اصطلاح میں وجود ظلی کہتے ہیں (اور اصطلاح کا منصوص ہونا ضروری نہیں جیسے اصول حدیث کی اصطلاحات کہ ایک بھی ان معنوں میں قرآن وحدیث میں نہیں) اور ظل کے معنی سایہ کے ہیں سو سایہ سے یہ نہ سمجھا جائیں کہ اللہ کا کوئی جسم ہے اور یہ عالم اس کا سایہ ہے بلکہ سایہ کے وہ معنی ہیں جیسا کہ کہا کرتے ہیں کہ ہم آپ کے زیر سایہ رہتے ہیں یعنی آپ کی حمایت اور پناہ میں ہیں۔ اور ہمارا امن وعافیت آپ کی توجہ کی بدولت ہے اسی طرح ہمارا وجود بدولت عنایت خداوندی ہے اس لئے اس کو وجود ظلی کہتے ہیں پس یہ بات یقیناً ثابت ہوئی کہ ممکنات کا وجود حقیقی اور اصلی نہیں ہے عارضی اور ظلی ہے اب اگر وجود ظلی کا اعتبار نہ کیا جائے تو صرف وجود حقیقی کا ثبوت ہوگا اور وجود کو واحد کہا جائے گا یہ وحدت الوجود ہے اور اگر اس کا بھی اعتبار کیجئے کہ آخر کچھ تو ہے بالکل معدوم تو نہیں تو غلبہ نور حقیقی سے کسی مقام پر سالک کو وہ نظر نہ آوے (جیسے نور آفتاب کے سامنے ستارے یا جگنو کی روشنی یہ وحدت الشہود ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ نور ماہتاب نور آفتاب سے حاصل ہے اگر اس نور ظلی کا اعتبار نہ کیجئے تو صرف آفتاب کو منور اور ماہتاب کو تاریک کہا جائے گا یہ مثال وحدت الوجود کی ہے اور اگر اس نور کا بھی اعتبار کیجئے کہ اس کے کچھ تو آثار خاصہ ہیں گو وقت ظہور آفتاب کے وہ بالکل مسلوب النور ہو جاوے یہ مثال وحدت الشہود کی ہے یہاں سے معلوم ہوا کہ اختلاف لفظی ہے مآل دونوں کا ایک ہے اور چونکہ اصل اور ظل میں قوی تعلق ہوتا ہے اس کو اصطلاح صوفیاء میں عینیت کہتے ہیں عینیت کا یہ معنی نہیں کہ دونوں ایک ہو گئے یہ تو صریح کفر ہے چنانچہ صوفیاء محققین اس عینیت کے ساتھ غیریت کے بھی قائل ہیں پس یہ عینیت اصطلاحی ہے نہ کہ لغوی مسئلے کی تحقیق تو اس قدر ہے اس سے زیادہ اگر کسی کے کلام منثور یا کلام منظوم میں پایا جاوے تو حالت سکر کا کلام ہے نہ قابل ملامت ہے اور نہ قابل نقل وتقلید (تعلیم الدین ص ۹۶)

قطب الارشاد حضرت مولانا عبد اللہ بہلوی رحمہ اللہ مسئلہ وحدت الوجود کی تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

عینیت کا ایک معنی یہ ہے کہ دو چیزوں کا مکمل طور پر اس طرح ایک ہونا کہ ان میں کسی قسم کا بھی فرق نہ ہو اور غیریت کا معنی یہ ہے کہ دونوں میں کسی قسم کا تغایر امتیاز یا فرق ہو اس معنی میں عینیت وغیریت میں تناقض ہے جس میں دونوں کا کسی محل میں جمع ہونا محال ہے اور لغوی معنی بھی یہی ہے اور اسی میں اکثر

عرفاً استعمال ہوتا ہے اس اعتبار سے کوئی شے باری تعالیٰ کی عین ذات نہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ عینیت کے تو مذکورہ بالا معنی بھی لیے جائیں اور غیریت کے معنی یہ ہوں کہ دو چیزوں میں سے کسی ایک کا دوسری کے بغیر موجود ہو سکنا۔ عینیت و غیریت کے اس معنی میں باہم تناقض تو نہیں مگر تضاد ہے یعنی دونوں ایک محل پر صادق نہیں آ سکتے مگر مرتفع ہو سکتے ہیں یہ متکلمین کی اصطلاح ہے اس تفسیر سے بھی ذات باری تعالیٰ اور مخلوقات میں عینیت نہیں بلکہ غیریت ہے اس لئے کہ مخلوقات بدون باری تعالیٰ کے موجود نہیں ہو سکتی لیکن باری تعالیٰ بدون مخلوقات کے پہلے بھی موجود تھے۔
عینیت کے تیسرے معنی یہ ہیں کہ ایک شے کا اپنے وجود میں دوسری شے کی طرف محتاج ہونا، گو دوسری ہوئی کی طرف محتاج نہ ہو اور غیریت کے وہی پہلے والے معنی کہ دو چیزوں میں کسی قسم کا تغایر امتیاز یا فرق ہونا یہ اصطلاح صوفیاء کی ہے جس کے اعتبار سے ذات باری تعالیٰ اور مخلوقات میں عینیت بھی ہے کیونکہ مخلوقات اپنی ذات میں ذات باری تعالیٰ کی محتاج ہے گو ذات باری تعالیٰ اس احتیاج سے مبرا ہے اور غیریت بھی ہے۔ کیونکہ ذات باری تعالیٰ اور مخلوقات میں لاکھوں طرح کے فرق ہیں جیسا کہ فرمایا:

انتم الفقراء الی اللہ واللہ ھو الغنی الحمید۔

تم سب اللہ تعالیٰ کے ہر طرف محتاج و محتاج ہو اور اللہ تعالیٰ ہر طرح غنی و بے نیاز ہے۔

گو اس تیسرے معنی کے اعتبار سے صوفیا تمام مخلوقات کو عین باری تعالیٰ کہتے ہیں مگر بعض اوقات ایک قید اور بڑھاتے ہیں کہ مخلوق کو خالق کی طرف احتیاج کا علم و معرفت بھی حاصل ہو اور اس مقید معنی کے اعتبار سے تمام مخلوقات میں صرف عارف کے لئے عینیت کا اثبات کرتے ہیں کیونکہ دوسری مخلوق اس عرفان سے خالی ہے پھر بعض اوقات اس قید پر ایک قید بڑھا دیتے ہیں کہ ایسی معرفت میں اس قدر استغراق ہو کہ خود مخلوق بلکہ اپنی ذات ذاتی کی طرف بھی التفات نہ رہے۔ یہ حضرت حکیم الامت مجدد الملۃ تھانوی رحمہ اللہ کی تحقیق ہے جس سے نہ کسی عامی کو انکار ہو سکتا ہے اور نہ کسی عالم کو توحش اس کے سمجھنے کے لئے نہ فلسفی ہونے کی حاجت ہے نہ کسی مابعد الطبعیاتی فلسفہ یا نظریہ کی ضرورت، نہ بندہ کی بندگی میں کوئی فرق آیا نہ خدا کی خدائی یا تنزیہ میں اس سے کوئی نقص آیا جزاھم اللہ تعالی (کذا فی تجدید التصوف)

فائدہ ہمہ اوست کا یہ معنی نہیں کہ ہمہ اور او ایک ہیں بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہمہ کی ہستی قائم

کی اتباع کے پابند تھے لیکن ذاتی طور پر تین مقاصد کی تکمیل ان کا مطمح نظر تھا۔ تصوف کے غلو آمیز مزاج میں اعتدال (ایضاً ۳۴۷)

(۱۲) حضرت مجدد نے مکتوبات میں بدعات کے خلاف کس قدر کڑی تنقید فرمائی ہے (ایضاً ۳۴۷)

(۱۳) ڈاکٹر اسرار مولانا داؤد غزنویؒ کے حالات میں لکھتے ہیں ایک بار جب میں نے مولانا سے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانیؒ کی جلد اول عاریۃً مانگی تو مولانا نے فرمایا ڈاکٹر صاحب اس کتاب کو میں نے آج تک کبھی اپنے سے جدا نہ کیا اور نہ کسی دوسرے کو یہ کتاب عاریۃً دیتا (سوانح داؤد غزنوی ۸۹)

(۱۴) ملک حسن شر قپوری جامع مولانا داؤد غزنویؒ کے حالات میں لکھتے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی بالعموم حضرت مولانا کے زیر مطالعہ رہتے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ جیل کے زمانہ کا زیادہ وقت مکتوبات کے مطالعہ میں گزارتا ہوں (ایضاً ۱۱۳)

(۱۵) نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں:

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اس اپنے مکتوبات میں بدعت قرار دیا ہے (ماثر صدیقی ص ۱۶ ج ۴)

(۱۶) نواب وحید الزمان لکھتے ہیں اللهم ایدلی فی تالیف هذا الکتاب والهامه بالارواح المقدسة من الانبیاء والصالحین والملائکة المقربین سیما روح امامنا الحسن بن علی وروح شیخنا عبد القادر الجیلانی وروح شیخنا ابن تیمیة الحرانی وروح شیخنا احمد المجدد الالف ثانی (ہدیۃ المهدی ص ۴)

ترجمہ: اے اللہ اس کتاب کی تالیف میں اور اس کی تکمیل میں میری مدد فرما انبیاء وصالحین کی ارواح مقدسہ سے خصوصاً حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ اور ہمارے شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی روح سے اور ابن تیمیہ حرانیؒ کی روح سے اور ہمارے شیخ مجدد الف ثانیؒ کی روح سے نواب صاحب مجدد کی روح کو مدد گار کہہ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اس کی مدد طلب کر رہے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے کام کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کو ہزار سال کا مجدد بنایا تھا ذیل میں مجدد صاحبؒ کے مکاتیب میں سے چند اقتباسات نقل کئے جاتے ہیں جن سے مجدد صاحبؒ کی عظمت کا اندازہ لگانا آسان ہوگا فرماتے ہیں۔

اعتبار نہیں بلکہ اوکی ہستی لائق شمار ہے اور باقی کی ہستی کے سامنے فانی کی کوئی ہستی نہیں پس وحدۃ الوجود کا معنی ہے وجود ایک ہونا پس حقیقتہ وجود ایک ہی ہے اور وحدۃ الشہود کا معنی ہے شہود ایک ہونا یعنی واقع میں تو متعدد ہستیاں ہیں مگر سالک کو ایک کا مشاہدہ ہوتا ہے اور دوسرے سب کالعدم ہیں پس وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود میں اختلاف لفظی ہے فافہم (معارف بہلوی ص ۱۱۶ ج ۴)

اسی طرح شیخ ابو الرضاؒ نے فرمایا:

ایک مرتبہ علماء اور عرفاء کی ایک بڑی مجلس میں میں نے مسئلہ وحدۃ الوجود ثابت کیا اور متکلمین کی عبارات سے تمسک کیا عقلی ونقلی دلائل پیش کئے لیکن وحدۃ الوجود کا ذکر نہ کیا سب نے اس کو قبول کیا دیکھو اہل رسوم کا تعصب الفاظ سے کس طرح زیادہ ہوتا ہے (انفاس العارفین ص ۱۰۲)

اسی طرح آپ نے ایک دفعہ یوں فرمایا کہ

وجود عالم وہم کے مرتبہ میں ہے اور حق تعالیٰ وجود خالص ہے ایک عارف نے کہا ہے کہ وجود کل میں ساری ہے کیونکہ موجود حقیقی اور موہوم میں باہم تضاد ہے اور ان کے درمیان جامع نہیں جیسا کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ سراب دریا سے بعید ترین اشیاء میں سے ہے۔ (انفاس العارفین ص ۱۰۲)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مجدد الف ثانیؒ غیر مقلدین کی نظر میں

ان کے چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

(۱) حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ان کی تجدیدی مساعی اور ان کی تحریک احیائے دین کے اثرات غازی سلطان محی الدین اورنگ زیب عالمگیر کی حیات مستعار تک باقی رہے (تحریک اہل حدیث ۱۸۱)

(۲) ایسے تیرہ وتار ماحول میں جبکہ ہر طرف کفر وضلالت رسم ورواج بدعات وسیئات اور فواحش ومنکرات کی آندھیوں بلکہ طوفانوں میں ۹۷۱ھ جمعہ نصف شب ۱۴ شوال کو ایک عہد ساز نابغۂ عصر شخصیت نے جنم لیا جس کو عرف عام میں شیخ احمد سرہندی فاروقی کہا جاتا ہے۔ (ایضاً ص ۱۲۶)

(۳) جب ظلمت ودیجور کی بڑھ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ آفتاب عالم تاب کو طلوع ہونے کا حکم دیتے ہیں جس

سے رات کی تاریکی چھٹ جاتی ہے اور دن کی روشنی چہار دانگ عالم میں پھیل جاتی ہے مسلمہ اصول پر فرعون اور موسیٰ کے تحت کفر و ضلالت کی تاریکیوں کو ختم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ ایسی (مجدد الف ثانی جیسی) عبقری زمان شخصیت کو پیدا کر دیتا ہے کہ وہ استقامت کا پہاڑ بن کر باطل کے سامنے سینہ سپر ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ ان میں پیغمبرانہ اوصاف ودیعت فرماتے ہیں (ایضاً ص ۱۶۶)

(۴) شیخ احمد کا کیا مقام ہے اس کے بارے میں علامہ اقبال کی یہ رباعی حقیقت واضح کرتی ہے۔

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے ☆ جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان ☆ اللہ نے بروقت جس کو کیا خبر دار

(ایضاً ص ۱۷۳)

(۵) شیخ احمد وہ پہلے حنفی عالم ہیں جنہوں نے اپنی تعلیمات کی بنیاد کشف و الہام جھوٹی حکایات اور من گھڑت کرامات کی بجائے کتاب وسنت پر رکھی اور سب سے پہلے کتاب وسنت سے براہ راست مستفادہ کی کوشش کی اور اپنے مکتوبات میں واضح کیا کہ اسلام کا منبع دین کا مصدر اور ماخذ صرف کتاب اور سنت رسول اللہ ﷺ ہیں (ایضاً ص ۱۷۳۔ ص ۱۷۴)

(۶) شیخ مجدد براہ راست کتاب وسنت سے استفادہ کے علمبردار اور داعی تھے (ایضاً ص ۱۷۵)

(۷) حضرت مجدد الف ثانی کی مخلصانہ مساعی، جرأت، حوصلہ، تحمل، استقامت اور اخلاص کی بدولت تقریباً ایک صدی تک ان کے اثرات و ثمرات زندہ باقی رہے (ایضاً ص ۱۷۵)

(۸) جناب اسماعیل سلفی لکھتے ہیں:

امام ربانی کے مکتوبات اور مجدد اعظم کی تعلیمات نے جو صور پھونکا تھا اس نے بتدریج حشر کی صورت اختیار کر لی (تحریک آزادی فکر ۱۶۹)

(۹) ہندوستان میں حضرت مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان اور تلامذہ ان تمام مصلحین نے اپنے ماحول کے مطابق اپنے حلقوں میں کام کیا (ایضاً ۳۷۱)

(۱۰) ہندوستان کی تحریک احیائے تجدید جس کی ابتداء حضرت سید احمد سرہندی نے فرمائی (ایضاً ۳۷۱)

(۱۱) حضرت مجدد رحمہ اللہ سے شاہ ولی اللہ کے ابناء کرام تک یہ تمام مصلحین عظام ظاہری اعمال میں عموماً

...کے پابند تھے لیکن ذہنی طور پر تین مقاصد کی تکمیل ان کا مطمح نظر تھا۔ تصوف کے علاوہ مزاج میں اعتدال (ایضاً ۳۷،۳۶)

(۱۲) حضرت مجدد نے مکتوبات میں بدعات کے خلاف کس قدر کڑی تنقید فرمائی ہے (ایضاً ۳۶،۳۷)

(۱۳) ڈاکٹر اسرار مولانا داؤد غزنوی کے حالات میں لکھتے ہیں ایک بار جب میں نے مولانا سے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانیؒ کی جلد اول عاریۃً مانگی تو مولانا نے فرمایا ڈاکٹر صاحب اس کتاب کو میں نے آج تک کبھی اپنے سے جدا نہ کیا اور نہ کسی دوسرے کو یہ کتاب عاریۃً دیتا (سوانح داؤد غزنوی ۸۹)

(۱۴) ملک حسن شرقپوری جامعی مولانا داؤد غزنوی کے حالات میں لکھتے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی مرحوم حضرت مولانا کے زیر مطالعہ رہتے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ جیل کے زمانہ کا زیادہ وقت مکتوبات کے مطالعہ میں گزارتا ہوں (ایضاً ۱۱۳)

(۱۵) نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں:

حضرت مجدد الف ثانی نے اس اپنے مکتوبات میں بدعت قرار دیا ہے (مآثر صدیقی ص ۱۶ ج ۴)

(۱۶) نواب وحید الزمان لکھتے ہیں اللھم ایدنی فی تالیف ھذا الکتاب والتمامہ بالارواح المقدسۃ من الانبیاء والصالحین والملائکۃ المقربین سیما روح امامنا الحسن بن علی وروح شیخنا عبد القادر الجیلانی وروح شیخنا ابن تیمیۃ الحرانی وروح شیخنا احمد المجدد الالف ثانی (ہدیۃ المہدی ص ۴)

ترجمہ: اے اللہ اس کتاب کی تالیف میں اور اس کی تکمیل میں میری مدد فرما انبیاء وصالحین کی ارواح مقدسہ سے خصوصاً حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ اور ہمارے شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی روح سے اور ابن تیمیہ حرانیؒ کی روح سے اور ہمارے شیخ مجدد الف ثانیؒ کی روح سے نواب صاحب مجدد کی روح کو مدد گار کہہ رہے ہیں اور اللہ تعالی سے اس کی مدد طلب کر رہے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے کام کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ حق تعالی نے آپ کو ہزار سال کا مجدد بنایا تھا ذیل میں مجدد صاحبؒ کے مکاتیب میں سے چند اقتباسات نقل کئے جاتے ہیں جن سے مجدد صاحب کی عظمت کا اندازہ لگانا آسان ہوگا فرماتے ہیں۔

یہ معرفت دین کی بنیاد اور حق تعالیٰ کی ذات وصفات کے علم کا خلاصہ ہے یہ معرفت کہ جس کے لئے حق تعالیٰ نے اس حقیر بندہ کو برگزیدہ اور ممتاز کیا ہے آج تک کسی ولی اور بزرگ نے بیان نہیں کیے (مکتوبات ص ۳۵ ج ۲)

(۲) یہ علوم انوار نبوت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی مشکوٰۃ سے مقتبس ہیں جو الف ثانی کی تجدید کے بعد تبعیت ووراثت کے طور پر تازہ ہوئے ہیں اور تر وتازہ ہو کر ظاہر ہوئے ہیں۔ ان علوم ومعارف کا صاحب اس الف کا مجدد ہے (ص ۳۷ ج ۲)

(۳) جاننا چاہیے کہ ہر سو سال کے بعد ایک مجدد گزرا ہے لیکن سو سال کا مجدد اور ہے اور ہزار سال کا مجدد اور ہے جس قدر سو اور ہزار کے درمیان فرق ہے اسی قدر بلکہ اس سے زیادہ دونوں مجددوں کے درمیان فرق ہے اور مجدد وہ ہوتا ہے کہ جو اس امت میں امتوں کو پہنچتا ہوتا ہے اسی کے ذریعے پہنچتا ہے خواہ اس وقت کے اقطاب واوتاد ہوں خواہ ابدال ونجباء (ص ۳۵ ج ۲)

(۴) معلوم ہوتا ہے کہ میں اپنی پیدائش سے جو مقصود سمجھتا تھا وہ حاصل ہو گیا ہے اور ہزار سال کی دعا قبول ہو گئی (ص ۴۰ ج ۲)

اے فرزند! "باوجود اس معاملہ کے جو میری پیدائش سے مقصود تھا ایک کارخانہ عظیم میرے حوالہ فرمایا" (ص ۴۱ ج ۲)

(۶) بایزید رحمہ اللہ اگر سکر کے باعث اس طرح کہہ دیں تو مناسب ہے لیکن جنید سے جو صحو کا مدعی ہے اسی قسم کا کلام صادر ہونا نہایت ہی بدنما اور نامناسب ہے لیکن کیا کریں وہ حقیقت معاملہ سے واقف ہی نہیں ہوئے اور دریائے ظلمت کے عنصر سے کنارے تک نہیں پہنچے (۳۹ ج ۲)

معلوم ہوا جنید بغدادی اور بایزید بسطامی رحمہما اللہ جیسے حضرات جس مقام تک نہ پہنچ سکے مجدد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے پہنچا دیا۔

حضرت مولانا حسین علی واں بھچروی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "بعد ازاں فرمودند کہ حضرت مجدد ہم وزن ہزار سالہ اولیاء اند"۔

اس کے بعد حضرت (خواجہ محمد عثمان رحمہ اللہ) نے فرمایا کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی

... اولیاء کے ہم پلہ ہیں۔

دوسرے مقام پر فرمایا "در مکاشفات امام ربانی مجدد الف ثانیؒ مقامیست در محبت یک قسمی از محبت ذاتی لازم آن مقام است حضرت امام اعظم کوفی رحمہ اللہ از جملہ روسا ایں اقطاب است ... از اقطاب آن مقام بودند اما ازاں مقام نصیب وافر داشتند از روحانیت حضرت امام امام امام اعظم رحمہ اللہ فیض خاصہ الطریق کمال مجدد الف ثانی رحمہ اللہ رسیدہ است"۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے مکاشفات میں ایک مقام ایسا ہے کہ محبت ذاتی اس مقام کے لازم ہے اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رحمہ اللہ اس مقام کے اقطاب کے روسا میں سے ہیں حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمہ اللہ اس مقام کے اقطاب میں اگرچہ نہیں لیکن انہیں اس سے وافر حصہ نصیب ہوا حضرت امام اعظم کی روحانیت سے خاص فیض الطریق کمال حضرت مجدد الف ثانیؒ کو پہنچا ہے۔

مشہور مورخ مولانا ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں:

اس طرح حضرت مجدد وحدۃ الوجود (جو صدیوں تک عالی استعداد سالکین و عارفین اور دقیقہ رس حکماء اور خواص دین کا مسلک رہا ہے) کی نفی اور اس کے سب سے بڑے علمبردار و شارح شیخ اکبر محی الدین ابن عربی (جن کے علوم و معارف نکات و اسرار اور کمالات روحانی کا انکار مکابرہ ہے) کے علو مقام ولایت عند اللہ اور اخلاص کا انکار کئے بغیر بلکہ بلند الفاظ میں اس کا اعتراف کرتے ہوئے ایک اضافہ فرماتے ہیں اور ایک نئی یافت و دریافت کا اعلان کرتے ہیں جو ایک طرف عقیدہ جمہور مسلمین کتاب و سنت اور شریعت حقہ کے مطابق ہے دوسری طرف وہ پیچھے کی طرف لے جانے اور ایک بڑے گروہ کے علوم و تحقیقات پر خط نسخ پھیرنے کے بجائے اک ایسی چیز کا اضافہ کرتا ہے جس سے نصوص شرعیہ اصول قطعیہ اور انفس و آفاق کشوفات و تحقیقات میں مطابقت پیدا ہو جاتی ہے۔

مجدد الف ثانی رحمہ اللہ شیخ اکبر کے بارے میں اپنا مسلک بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں

[فقیر] شیخ محی الدین کو مقبولین میں سمجھتا ہے لیکن ان کے وہ علوم جو جمہور کے عقائد اور کتاب و سنت کے ظواہر کے خلاف ہیں ان کو خطا اور مضر سمجھتا ہے لوگوں نے ان کے بارے میں افراط و تفریط کی راہ اختیار کی ہے اور میانہ روی سے دور جا پڑے ہیں ایک جماعت شیخ پر زبان طعن و ملامت دراز کرتی ہے ان میں جنگ

نہیں کہ دونوں فریقوں نے افراط و تفریط کی راہ اختیار کی ہے اور وہ میانہ روی سے دور جا پڑے ہیں عجیب معاملہ ہے کہ شیخ محی الدین مقبولین حق میں نظر آتے ہیں اور ان کے اکثر معارف جو اہل حق کے خلاف ہیں خطا و نا صواب نظر آتے ہیں (مکتوب نمبر ۲۶۶ دفتر اول)

حضرت مجدد الف ثانیؒ اور وحدۃ الوجود

فرماتے ہیں مسئلہ وحدۃ الوجود میں شیخ علاؤ الدولہ کا خلاف علماء کے طور پر مفہوم ہوتا ہے اور اس کی نظر امور کی قباحت پر ہے اگرچہ اس کا خلاف کشف کی راہ سے بھی ہے کیونکہ صاحب کشف ان کو قبیح نہیں جانتا اس لئے کہ یہ مسئلہ احوال غریبہ اور معارف عجیبہ پر مشتمل ہے ہاں اس مقام پر ہی ٹھہر رہنا اچھا نہیں اور انہی احوال و معارف پر کفایت کرنا مناسب نہیں۔

سوال:۔ اس صورت میں یہ مشائخ باطل ہوں گے اور حق ان کے کشوف و شہود کے برخلاف ہوگا۔

جواب:۔ باطل وہ ہوتا ہے جس میں صدق کی بو نہ ہو اور جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں ان احوال معارف کا باعث حق تعالیٰ کی محبت کا غلبہ ہے یعنی حق تعالیٰ کی محبت یہاں تک غالب آجاتی ہے کہ ان کی نظر بصیرت میں ماسوا کا نام و نشان نہیں چھوڑتی اور غیر و غیریت کا اسم و رسم محو لاشے کر دیتی ہے اس وقت سکر و غلبہ حال کے باعث ماسوا کو معدوم جانتے ہیں اور حق تعالیٰ کے سوا کچھ موجود نہیں دیکھتے۔ یہاں باطل کیا ہے اور بطلان کہاں ہے اس مقام میں حق کا غلبہ اور باطل کا بطلان ہے بزرگواروں نے حق تعالیٰ کی محبت میں اپنے آپ کو اور اپنے غیر کو قربان کر دیا ہے اور اپنا اور اپنے غیر کا نام و نشان نہیں چھوڑا باطل تو ان کے سایہ سے بھاگتا ہے یہاں سے حق ہی حق ہے اور حق ہی کے لئے ہے علمائے ظاہر بین ان کی حقیقت کو کیا پا سکیں اور ظاہری مخالفت کے سوا اور کیا سمجھیں اور ان کے کمالات کو کیسے حاصل کر سکیں۔ (مکتوبات ج ۲ ص ۱۲۸)

حضرت مجدد ثانیؒ کا شمار اگرچہ وحدۃ الشہود کے آئمہ میں ہوتا ہے مگر وہ بھی وحدۃ الوجود والوں کی نفی نہیں کرتے نیز ایک زمانہ تک وہ خود اس کے قائل رہے ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے اس ارتقائی سفر کے احوال جاننے اور اجمال کی مختصر تفصیل پیش کرنے کے لئے آپ کے چند مکتوبات کا علی الترتیب حاصل مطالعہ پیش کیا جاتا ہے۔

مکتوبات امام ربانی کے دفتر اول کے مکتوب نمبر ۳۱ میں جس کا تعارفی عنوان کچھ یوں ہے کہ توحید وجودی کے ظہور اور حق تعالیٰ کے قرب اور معیت ذاتی کی حقیقت اور اس مقام سے گزر جانے کے بیان میں مع چند سوال و جواب کے جو اس مقام کی تحقیق سے تعلق رکھتے ہیں (دفتر اول ص ۷۵)

اس مکتوب میں حضرت مجددؒ نے اپنے اوپر لگائے جانے والے اس الزام کا جواب دیا ہے کہ وہ وحدت الوجود کا انکار کرتے ہیں۔ اس مکتوب میں حضرت مجددؒ نے تفصیلاً ذکر فرمایا ہے کہ ان کے والد صاحب مشرب وحدۃ الوجود اور موروثی طور پر انہیں بھی اس مشرب سے از روئے علم لطف و لذت حاصل تھا پھر ان کی بیعت ثانی حضرت خواجہ محمد باقیؒ سے ہوئی تو ان کے طریقہ کی مشق سے ان پر توحید وجودی منکشف ہوگئی اور اس کشف میں اس قدر زیادتی ہوئی کہ مرتبہ وحدۃ الوجود کے تمام اسرار رموز ان پر منکشف ہو گئے اس راہ میں وہ تجلی ذاتی سے بھی مشرف ہوئے جس کے بعد عدم محض کے سوا کچھ نہیں وہ سکر وقت اور غلبہ حال سے مغلوب رہے اور یہ کیفیت بہت مدت تک قائم رہی اور سالوں کے بعد ناگاہ حق تعالیٰ کی عنایت بے غایت دریچہ غیب سے میدان ظہور میں آگئی اور بے چونی اور بے چگونی کے چہرہ ڈھانپنے والے پردہ کو دور کر دیا وہ پہلے علوم جو اتحاد اور وحدت الوجود کی خبر دیتے تھے زائل ہونے لگے اور احاطہ اور سریان اور قرب اور معیت ذاتیہ جو اس مقام میں ظاہر ہوئی تھی پوشیدہ ہوگئی اور یقینی طور معلوم ہو گیا کہ حق تعالیٰ کے علوم کے ساتھ ان مذکورہ نسبتوں سے کوئی نسبت ثابت نہیں حق تعالیٰ کا احاطہ اور قرب علمی ہے جیسے اہل حق کے نزدیک ثابت اور مقرر ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی کوشش کی جزا دے اور حق تعالیٰ کسی چیز سے متحد نہیں ہے۔ خدا خدا ہے اور عالم عالم حق تعالیٰ بیچوں بیچگوں ہے اور عالم سراسر چونی اور چگونی کے داغ سے داغدار ہے بیچوں کو چوں کا عین نہیں کہہ سکتے، واجب ممکن کا عین اور قدیم حادث کا عین ہر گز نہیں ہو سکتا ممتنع العدم جائز العدم کا عین نہیں بن سکتا حقائق کا انقلاب عقلی اور شرعی طور پر محال ہے اور ایک کو دوسرے پر حمل کرنے کا ثبوت کلی طور پر ممتنع ہے (مکتوبات ص ۷۶ دفتر اول)

حضرت مجددؒ فرماتے ہیں کہ جب مجھ پر توحید وجودی کے خلاف علوم و معارف منکشف ہوئے تو میں بہت بے قرار ہوا کیونکہ میں توحید وجودی ہی کو اعلیٰ ترین منزل جانتا تھا اور دعا کرتا تھا کہ یہ معرفت زائل نہ ہو جائے لیکن جب سارے حجاب اٹھ گئے اور حقیقت کما حقہ منکشف ہوگئی تو معلوم ہو گیا کہ عالم ہر

چند صفاتی کمالات کا آئینہ اور اسمائے ظہورات کا جلوہ گاہ ہے لیکن مظہر ظاہر کا عین اور ظل اصل کا عین نہیں ہے جیسے کہ توحید وجودی والوں کا مذہب ہے (ایضاً ص ۹ے،ےے)

اس ضمن میں حضرت مجددؒ نے اپنی بات کو ایک مثال کے ذریعے اس طرح واضح کیا ہے مثلاً کسی اہل فن عالم نے چاہا کہ اپنے مختلف کمالات کو ظاہر کرے اور اپنی پوشیدہ خوبیوں کو واضح کرے تو اس نے حروف اور آوازوں کو ایجاد کیا اور ان حروف اور آوازوں کے آئینوں میں اپنے پوشیدہ کمالات کو ظاہر کیا اس صورت میں نہیں کہہ سکتے کہ یہ حروف اور آواز جو ان مخفی کمالات کے لئے آئینے اور مظہر ہیں ان کمالات کا عین ہیں یا بالذات ان کمالات کو محیط ہیں یا بالذات ان کے قریب ہیں یا ان کے ساتھ معیت ذاتی رکھتے ہیں بلکہ ان کے درمیان دالیت اور مدلولیت کی نسبت ہے حروف اور آواز ان کمالات پر صرف دلالت کرنے والے ہیں اور وہ کمالات اپنی محض غیر مقید حالت پر ہیں وہ نسبتیں جو پیدا ہوئی ہیں وہمی اور خیالی ہیں حقیقت میں ان نسبتوں میں سے کوئی بھی ثابت نہیں لیکن چونکہ ان کمالات اور حرفوں اور آوازوں کے درمیان ظاہریت اور مظہریت اور مدلولیت ودالیت کی نسبت ہے تو یہی مناسبت بعض عارضوں کے باعث بعض لوگوں کے لئے ان وہمی نسبتوں کے حاصل ہونے کا باعث بن جاتی ہے حالانکہ وہ کمالات حقیقت میں ان تمام نسبتوں سے خالی اور پاک ہیں (مکتوبات ص ۱۰۲،۱۰۳ ج ۱)

حضرت مجددؒ اپنے اسی مکتوب میں توحید وجودی کے حامل حضرات کی کیفیات ومحسوسات کا تجزیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بعض حضرات کو توحید کے مراقبوں کی کثرت ان احکام پر لے آتے اور بعض کو محض توحید کا علم اور اس کا تکرار ان احکام کے ساتھ ایک قسم کا ذوق بخشتا ہے۔ توحید کی یہ دونوں صورتیں معلول اور ضعیف ہیں اور علم کے دائرہ میں داخل ہیں ان کا حال کے ساتھ کوئی تعلق نہیں کچھ حضرات کے لئے ان احکام کا منشا غلبہ محبت ہے کیونکہ محبوب کی محبت کے غلبہ سے محبوب کا غیر نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے اور محبوب کے علاوہ کچھ دکھائی نہیں دیتا ایسا نہیں کہ فی الحقیقت غیر موجود ہی نہیں ہوتا۔

یہ بات عام طور پر کہی گئی ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ وحدۃ الوجود کی منزل سے گزر کر منزل شہود تک پہنچے اور وحدۃ الوجود وجہ علم الیقین میں ہے جبکہ وحدۃ الشہود کا تعلق عین الیقین سے ہے خود حضرت مجدد نے بھی اپنے ایک مکتوب میں اس امر کی تصریح فرمائی ہے۔ اس مکتوب کا تعارفی عنوان ہی خط

پہنچنے کے لئے کافی ہے۔

اس بیان میں کہ توحید دو قسم کی ہے شہودی اور وجودی اور وہ جو ضروری ہے توحید شہودی ہے جس سے متعلق ہے اور توحید شہودی عقل و شرع کے ساتھ مخالفت نہیں رکھتی برخلاف توحید وجودی کے اور ان اقوال کی جو توحید وجودی میں نظر کرنے والے ہیں توحید شہودی کی طرف تاویل کرنی چاہیے تا وجودی کی گنجائش نہ رہے اور توحید شہودی مرتبہ عین الیقین میں سے ہے جو حیرت کا مقام ہے اور جب اس مقام سے گزر کر حق الیقین تک پہنچتے ہیں تو اس قسم کے احوال و اقوال سے کنارہ کرتے ہیں اور اس کے مناسب سوالوں اور جوابوں اور روشن مثالوں کے بیان میں (مکتوبات ص ۲۰۷ ح ۱)

حضرت مجددؒ اس اجمال کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اپنے اس مکتوب نمبر ۴۳ میں جو انہوں نے شیخ فرید کے نام لکھا توحید کی دو اقسام توحید وجودی اور توحید شہودی بیان کی ہیں اور ان کی وضاحت اس طرح فرمائی توحید شہودی ایک کو دیکھنا یعنی ایک کے سوا سالک کو کچھ مشہود نہیں ہوتا اور توحید وجودی ایک موجود کو جاننا ہے اور اس کے غیر کو نابود سمجھنا اور غیر کو معلوم جاننے کے باوجود اس ایک کا مظہر اور جلوہ گاہ خیال کرنا پس توحید وجودی علم الیقین کی قسم ہے اور توحید شہودی عین الیقین کی قسم ہے توحید شہودی اس راہ کی ضروریات سے ہے کیونکہ فنا اس توحید کے بغیر ثابت نہیں ہوتی اور مرتبہ عین الیقین اس کے سوا میسر نہیں ہوتا کیونکہ اس میں ایک کو غلبہ کے ساتھ دیکھنا اس کے ماسوا کے نہ دیکھنے کو مستلزم ہے برخلاف توحید وجودی کے کہ وہ ایسی نہیں یعنی ضروری نہیں ہے کیونکہ علم الیقین بغیر اس معرفت کے حاصل ہے کیونکہ علم الیقین اس کے ماسویٰ کی نفی کو مستلزم نہیں ہے حاصل کلام یہ ہے کہ اس ایک کے علم کا غلبہ اس کے ماسویٰ کے علم کی نفی کو مستلزم نہیں ہے مثلاً ایک شخص کو آفتاب کے وجود کا علم حاصل ہو گیا تو اس یقین کا غلبہ اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ ستاروں کو اس وقت نیست و نابود جانے لیکن جب آفتاب کو دیکھے گا اس وقت ستاروں کو نہ دیکھے گا اور آفتاب کے سوا اس کو کچھ نظر نہ آئے گا اور اس وقت بھی جبکہ ستاروں کو نہیں دیکھتا وہ جانتا ہے کہ ستارے نیست و نابود نہیں ہیں بلکہ جانتا ہے کہ ستارے موجود ہیں لیکن چھپے ہوئے ہیں اور سورج کی روشنی میں مغلوب ہیں اور یہ شخص ان لوگوں کے ساتھ جو اس وقت میں ستاروں کے وجود کی نفی کرتے ہیں انکار کے مقام میں ہے اور جانتا ہے کہ یہ معرفت صحیح نہیں ہے پس توحید وجودی کہ جس میں

سوائے ذات حق کی نفی ہے عقل و شرع کے ساتھ مخالف ہے برخلاف توحید شہودی کے کہ ایک کے دیکھنے میں کچھ مخالفت نہیں ہے مثلاً آفتاب کے طلوع ہونے کے وقت ستاروں کی نفی کرنی اور ان کو معدوم کہنا خلاف واقع ہے لیکن ستاروں کو اس وقت نہ دیکھنا کچھ مخالف نہیں ہے بلکہ وہ نہ دیکھنا بھی آفتاب سے ہے دیکھنے اور یہ دیکھنا حق الیقین میں ہے۔ (ایضاً ص ۲۰۸)

اس طویل اقتباس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی نے نظریہ وحدۃ الوجود کو خلاف عقل اور خلاف شریعت پا کر اسے عقل و شرع کے مطابق کرنے کی سعی بلیغ فرمائی ہے اس سلسلہ میں انہوں نے بعض مشائخ کے اقوال جو بظاہر شریعت کے مخالف دکھائی دیتے ہیں انہیں توحید وجودی کی بجائے توحید شہودی پر محمول کر کے ان سے مخالفت دور کرنے کی کوشش کی ہے مثلاً حسین بن منصور حلاج کے انا الحق کہنے اور حضرت بایزید بسطامی کے سبحانی ما اعظم شانی پکارنے کے متعلق فرماتے ہیں۔

بہتر اور مناسب یہ ہے کہ ان اقوال کو توحید شہودی پر محمول کیا جائے اور مخالفت کو دور کیا جائے جب ما سوائے حق ان کی نظر سے مخفی ہو گیا تو غلبہ حال کے وقت اس قسم کے الفاظ ان سے سرزد ہوئے اور حق کے سوا اس کے غیر کو ثابت نہ کیا اور انا الحق کے معنی یہ ہیں کہ حق ہے اور میں نہیں ہوں جب وہ اپنے آپ کو نہیں دیکھتا تو اثبات نہیں کرتا نہ یہ کہ اپنے آپ کو دیکھتا اور اس کو حق کہتا ہے کہ یہ خود کفر ہے اس جگہ کوئی یہ نہ کہے کہ اثبات نہ کرنا نفی تک پہنچا دیتا ہے اور وہ عین توحید وجودی ہے کیونکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اثبات نہ کرنے سے نفی لازم نہیں آتی بلکہ اس مقام میں حیرت ہے احکام سے سب کے سب ساقط ہوئے ہوئے ہیں اور سبحانی میں بھی حق تعالیٰ کی تنزیہ ہے نہ اس کی اپنی تنزیہ کہ وہ بالکل اپنی نظر سے دور ہو چکا ہوا ہے اور کوئی حکم اس کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا اس قسم کی باتیں مقام عین الیقین میں جو مقام حیرت ہے بعض لوگوں پر ظاہر ہوتی ہیں جب اس مقام سے ترقی کر کے حق الیقین تک پہنچتے ہیں تو اس قسم کی باتوں سے کنارہ کرتے ہیں اور حد اعتدال سے تجاوز نہیں کرتے (ایضاً ۲۰۹)

حضرت مجدد توحید وجودی کو تنگ کوچہ اور توحید شہودی کو شاہراہ قرار دیتے ہیں اپنے پیر و مرشد کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ معرفت کی پناہ والے ہمارے قبلہ گاہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کچھ مدت تک توحید وجودی والوں کا مشرب رکھتے تھے اور اپنے رسالوں اور خطوں میں بھی اس کو ظاہر فرماتے تھے

... اور حق تعالیٰ نے اپنی کمال عنایت سے اس مقام سے ترقی عطا فرما کر شاہراہ میں ڈالا اور اس
... سے خلاصی بخشی میاں عبدالحق جو حضرت قدس سرہ کے مخلص یاروں میں سے ہیں بیان کرتے
... مرض موت سے ایک ہفتہ پہلے حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ مجھے عین الیقین سے معلوم ہو گیا کہ
... وجودی ایک تنگ کوچہ ہے اور شاہراہ اور ہے۔ اس سے پہلے جانتا تو تھا مگر اب ایک قسم کا یقین حاصل
... ہے اور یہ فقیر بھی کچھ مدت تک حضرت قدس سرہ کی درگاہ میں اسی توحید کا مشرب رکھتا تھا اور اس طریق
... میں مقدمات کشفیہ بہت ظاہر ہوئے تھے لیکن خدا تعالیٰ کی عنایت نے اس مقام سے گزار کر اس
... کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے چاہا مشرف فرمایا۔ (ایضاً ۲۴۱)

حضرت مجددؒ اپنے مکاشفات و واردات بیان کرتے ہوئے اپنے ایک مکتوب نمبر ۲۹۰ جلد اول
... توحید میں مرتبہ حق الیقین (مقام جمع الجمع) پر فائز ہونے کے بارے میں فرماتے ہیں جاننا چاہیے کہ
... درویش کو جب اول مرتبہ میں سکر سے صحو میں لائے اور فنا سے بقا کے ساتھ مشرف فرمایا تو جب اپنے
... کے ذرات میں سے ہر ذرہ میں نظر کی تو حق تعالیٰ کے سوا نہ پایا اور ہر ذرہ کو اس کے شہود کا آئینہ معلوم
... اس مقام سے پھر حیرت میں لے گئے، جب ہوشیاری میں لائے تو اپنے وجود کے ذرات میں سے ہر
... کے ساتھ حق تعالیٰ کو پایا نہ ہر ذرہ میں اور پہلا مقام اور اس دوسرے مقام کی نسبت بہت نیچے نظر آیا پھر
... میں لے گئے جب ہوش میں لائے تو اس مرتبہ میں حق سبحانہ کو نہ عالم کے متصل نہ اس کے منفصل اور
... میں داخل اور نہ اس سے خارج معلوم کیا اور معیت اور احاطہ اور سریان کی نسبت جس طرح کہ اول
... اول منتفی ہو گئی باوجود اس کیفیت پر مشہود ہوا بلکہ اس طرح پر کہ گویا محسوس ہے اور عالم بھی اس وقت
... تھا لیکن حق تعالیٰ کے ساتھ یہ نسبت مذکور کچھ نہ رکھتا پھر حیرت میں لے گئے جب صحو میں لائے تو
... ہوا کہ حق تعالیٰ کو عالم کے ساتھ اس نسبت مذکورہ کے سوا ایک نسبت اور ہے اور وہ نسبت مجہول
... ہے حق تعالیٰ مجہول الکیفیت نسبت سے مشہود ہوا پھر حیرت میں لے گئے اور جب اس مرتبہ میں
... حاصل ہوا اور ہوش میں لائے تو حق تعالیٰ اس مجہول الکیفیت نسبت کے بغیر اس طرح مشہود ہوا کہ
... کے ساتھ کوئی نسبت نہ رکھتا نہ معلوم الکیفیت نہ مجہول الکیفیت اور اس وقت عالم اسی خصوصیت سے
... اس وقت ایک خاص علم عنایت ہوا جس کے باعث ہر دو شہود کے حاصل ہونے کے باوجود تعلق اور

حق تعالیٰ کے درمیان کوئی مناسبت نہ رہی اس وقت مجھے جتلایا گیا کہ اس صفت کا مشہود ذات حق کی حر
نہیں ہے حق تعالیٰ اس سے برتر ہے۔ (ایضاً ۵۰ ج ۱)

آخر میں اس موضوع کو سمیٹتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اے عزیز! اگر قلم کو احوال کی تفصیل اور معار
کے بیان کرنے میں جاری کروں تو سخن دراز ہو جائے خاص کر توحید وجودی اور ظلیت اشیاء کے عالم
معارف اگر بیان کیے جائیں تو جن لوگوں نے اپنی عمریں توحید وجودی میں گزاری ہیں۔ معلوم کر لیں
اس دریائے بے نہایت سے قطرہ بھی حاصل نہیں کیا پھر بڑے تعجب کی بات ہے کہ وہ لوگ اس درویش
حید وجودی والوں سے نہیں جانتے اور توحید کے منکرین علماء سے سمجھتے ہیں یہ لوگ اپنی کوتاہ نظری سے
سمجھ بیٹھے ہیں کہ توحیدی معارف پر اصرار کرنا ہی کمال ہے اور اس مقام سے ترقی کرنا سراسر نقصان
(ایضاً ۱۵۷)

حضرت مجددؒ کے نزدیک وہ ولا جو جذبہ کی جہت سے ہو خواہ کسی قسم کا جذبہ ہو سکر سے نہیں
کیونکہ جذبہ میں غلبہ محبت ہوتا ہے۔ اور غلبہ محبت کو سکر لازم ہے۔ اس لئے ان کے نزدیک وحدت الو
قائل ہونا غلبہ محبت کے سبب ہے کیونکہ محب کی نظر میں غلبہ محبت سے سوائے محبوب کے اور کوئی شے
نہیں رہتی۔ اور وہ ماسوائے محبوب کے سب کی نفی کا حکم دیتا ہے اگر سکر محبت میں نہ ہوتا تو اس کے
محبوب کا دیدار ماسواء کے شہود سے مانع نہ ہوتا اور وہ وحدۃ الوجود کا حکم نہ کرتا حضرت مجدد کے نزدیک دو
فنائے مطلق کے بعد ہے اور سلوک کا نہایت ہے اس کا منشاء اور مبداء صحو و معرفت ہے۔ سکر کو اس مقام
کچھ دخل نہیں اب ہم حضرت مجددؒ کے اس طویل مکتوب نمبر ۲۹۱ کی طرف آتے ہیں، جس میں انہوں
توحید وجودی اور توحید شہودی کے مراتب اور ان کے متعلقہ معارف بیان کئے ہیں ابتدائے مکتوب
حضرت مجدد رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ توحید وجودی کا باعث یا تو مراقبوں کی کثرت مشق ہوتا ہے۔ یا غلبہ
پہلی صورت میں جو شخص کلمہ طیبہ کا معنی لا موجود الا اللہ سمجھتا ہے یعنی توحید کی کثرت مشق سے اس معر
نقش اس کے قوت متخیلہ میں بندھ جاتا اور اس قسم کی توحید تامل و تخیل کے بعد سلطان خیال کے غلب
باعث ظاہر ہوتی ہے۔ مجدد رحمہ اللہ کے نزدیک چونکہ یہ توحید صاحب توحید کی موضوعہ و مفروضہ ہوتی
اس لئے معلول ہے اور اس کا حامل ارباب حال میں سے نہیں کیونکہ ارباب حال ارباب قلوب ہوتے

اور اس توحید کے حامل کو اپنے مقام قلب کی کچھ خبر نہیں ہوتی۔ بلکہ صرف علم ہی علم ہوتا ہے۔ اور کچھ لوگوں کے لئے توحید وجودی کا منشاء جذبۂ قلبی اور محبت ہوتی ہے پہلے وہ اذکار و مراقبات میں مشغول رہتے ہیں اور پھر اپنی کوشش یا صرف سابقہ عنایت سے مقام قلب تک پہنچ جاتے ہیں اور جذب پیدا کرتے ہیں اس مقام پر اگر ان پر توحید وجودی ظاہر ہو جائے تو اس کا سبب محبت محبوب کا غلبہ ہوگا جس نے محبوب کے ماسوا کو ان کی نظر سے پوشیدہ کر دیا اور چونکہ وہ محبوب کے ماسوا کو نہیں دیکھتے اور نہ ہی پاتے ہیں اس لئے محبوب کے سوا کسی کو موجود نہیں جانتے اور اگر اس قسم کے ارباب قلوب کو اس مقام سے عالم کی طرف لے جائیں تو اپنے محبوب کو ذرات عالم میں سے ہر ذرہ میں مشاہدہ کرتے ہیں اور موجودات کو اپنے محبوب کے حسن و جمال کے آئینے اور مظہر سمجھتے ہیں اور اگر محض فضل ربانی سے مقام قلب سے نکل کر مقلب القلوب کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہوں تو یہ توحیدی معرفت جو مقام قلب میں پیدا ہوئی تھی زائل ہونے لگی ہے اور جوں جوں معارج عروج میں ترقی کرتے جاتے ہیں توں توں اپنے آپ کو اس معرفت کے ساتھ زیادہ نامناسب پاتے جاتے ہیں حتی کہ ان میں سے بعض اس معرفت والوں کے طعن و انکار تک پہنچ جاتے ہیں

شیخ مجددؒ ان معرفت توحیدی والوں کے متعلق اپنی رائے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ان سطور کا کاتب اس معرفت والوں کے انکار سے کنارہ کرتا ہے اور ان کے طعن سے اپنے آپ کو دور رکھتا ہے انکار و طعن کی مجال تب ہوتی جبکہ اس حال والوں کا اس حال کے ظہور میں اپنا قصد و اختیار ہو جب ان کے ارادے کے بغیر ان سے یہ معنی ظاہر ہو رہے ہیں تو یہ اس حال میں مغلوب ہیں اس لئے معذور ہیں اور بیچارے معذور پر طعن کی کیا مجال لیکن اس قدر جانتا ہے کہ اس معرفت کے اوپر ایک اور معرفت ہے اور اس حال کے ماسوا اور حالت ہے اس مقام کے مجبوس بہت سے کمالات سے رکے ہوئے ہیں اور بیشمار مقامات سے محروم ہیں (ایضا ۱۵ ے)

توحید وجودی کے ماننے والوں کے دو گروہوں کا ذکر کرنے کے بعد حضرت شیخ مجددؒ نے ایک تیسرے گروہ کا تعارف کرایا ہے جس کا مقام پہلے دونوں سے ارفع ہے اسی مکتوب نمبر ۲۹۱ میں فرماتے ہیں ارباب توحید میں ایک گروہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مشہود میں استہلاک و اضمحلال یعنی فنا و استغراق کامل طور پر پیدا کر لیتے ہیں اور ان کا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ ہمیشہ اپنے مشہود میں مضمحل و معدوم رہیں اور ان کے وجود

کے لوازم سے کوئی اثر ظاہر نہ ہو یہ لوگ ان کے رجوع کو اپنے اوپر کفر جانتے ہیں اور نہایت کار ان کے نزدیک فنا و نیستی ہے مشاہدہ کو بھی گرفتاری جانتے ہیں ان میں سے بعض اس طرح فرماتے ہیں کہ اشتھی عدما مالا اعود ابدا میں ایسا عدم چاہتا ہوں کہ ہرگز جس کا وجود نہ ہو یہی لوگ محبت کے مقتول ہیں اور حدیث قدسی من قتلتہ فانا دیتہ (جس کو میں قتل کروں میں ہی اس کا خون بہا ہوں) انہی کی شان میں ثابت ہے ہمیشہ وجود کے زیر بار رہتے ہیں اور ایک لمحہ آرام نہیں پاتے کیونکہ آرام غفلت میں ہوتا ہے اور دوام استغراق کے ہوتے ہوئے غفلت کی گنجائش نہیں ہوتی (ایضا ۶۶ ۷)

اس تیسرے گروہ کے بارے میں حضرت مجددؒ فرماتے ہیں کہ توحید کی اخیر قسم توحید کی تمام اقسام سے اعلیٰ ہے اور اس معرفت کے حامل اس وارد کے مطلوب نہیں ہوتے بلکہ اس وارد کو ان پر کسی مصلحت کے لئے لائے ہیں اور چاہا ہے کہ اس معرفت کے وسیلہ سے ان کو سکر سے صحو میں لائیں اور تسلی دیں (ایضا ۶۸ ۷)

مجددؒ توحید کی سہ اقسام کا ذکر کرنے کے بعد اپنے بارے میں فرماتے ہیں۔

توحید کی اس اخیر قسم کا منشا اس حقیر کو کشف و ذوق کے طریق پر معلوم نہ تھا ان دو پہلی وجوہوں ہی کو جانتا تھا البتہ اس قسم کے ساتھ ظن رکھتا تھا اسی واسطے اپنے رسالوں اور مکتوبوں میں انہی دو وجہوں کو بلکہ وجہ دوم کو لکھا ہے اور توحید وجودی کو اسی میں منحصر کیا ہے لیکن جب ارشاد پناہی قبلہ گاہی کے رحلت فرما جانے کے بعد مزار شریف کی زیارت کی تقریب سے بلدہ محروسہ دہلی میں جانے کا اتفاق ہوا اور عید کے روز ان کی زیارت شریف کے لئے گیا تو مزار مبارک کی طرف توجہ کرنے کے اثناء میں ان کی روحانیت مقدسہ سے پوری پوری توجہ ظاہر ہوئی اور کمال غریب نوازی سے اپنی نسبت خاصہ کو جو حضرت خواجہ احرار قدس سرہ سے مخصوص تھی مرحمت فرمایا جب اس نسبت کو اپنے آپ میں معلوم کیا تو ان علوم و معارف کی حقیقت کو بطریق ذوق پالیا اور معلوم ہوا کہ ان میں توحید وجودی کا منشاء انجذاب قلبی اور غلبہ محبت نہیں بلکہ اس معرفت سے مقصود اس غایت کی تحقیق ہے مدت تک اس معنے کے اظہار کو مناسب نہ دیکھا لیکن چونکہ بعض رسائل میں وہی سابقہ وجہیں مذکور ہوئی تھیں جن سے بعض بے سمجھ لوگوں کو وہم ہوا کہ اس بیان سے ان دو بزرگواروں کی شان میں نقص لازم آتا ہے کہ ارباب توحید کا طریق ہے اور اس وسیلہ سے انہوں نے فتنہ

[illegible] کی تھی کہ یہ وہم بعض قلیل الاستعداد طالبوں میں ان کے احوال کے فتور کا باعث ہوا اس [illegible] اس قسم کا اظہار کرنا بہتر دیکھا اور اس واقعہ کا ذکر بھی بطریق شہادت تحریر کرنا مناسب جانا۔

([illegible] ۲۹ ج ۲)

اس مکتوب سے یہ بات ظاہر ہے کہ توحید وجودی کی ایک قسم ایسی بھی ہے جس کا منشاء حضرت [illegible] ذوق کے طریق پر معلوم نہیں تھا اور بعد میں اپنے مرشد کے وصال کے بعد ان کے مزار پر ان [illegible] توجہ کے ذریعے اس حقیقت کو بطریق ذوق پالیا۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور مسئلہ وحدۃ الوجود

شاہ ولی اللہؒ نے بھی وحدۃ الوجود کے قائلین کو اولیاء اللہ میں شمار کیا ہے اور وحدۃ الوجود اور وحدۃ [illegible] دونوں نظریات کو صحیح کشف قرار دیا ہم شاہ ولی اللہ کی عبارات پیش کرنے سے قبل یہ واضح کرنا چاہتے [illegible] غیر مقلدین کی نظر میں ان کا کیا مقام ہے۔

[illegible]رت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ غیر مقلدین کی نظر میں

[illegible] غیر مقلد مولوی اسماعیل سلفی لکھتے ہیں اس کارزار کے معرکہ میں اسلامی عسکر کی راہنمائی کا ذمہ حکیم [illegible] حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے لیا (تحریک آزادی فکر ۱۰۷)

[illegible] صاحب ریاکارانہ تصوف اور دنیا کمانے کے لئے بیعت کے سلسلوں کو قطعاً پسند نہیں فرماتے بلکہ ایسے [illegible] جال ڈاکو اور فتنہ انگیز سمجھتے ہیں (ایضاً ۳۷۷)

[illegible] قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمہ اللہ نے مرزا مظہر جان جاناں اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے [illegible] فرمایا۔ ان کی تصانیف ارشاد الطالبین اور تفسیر مظہری شاہد ہیں کہ حنفی ہونے کے باوجود بدعات اور عیاذاً قبور [illegible] ان کا لہجہ کس قدر تلخ ہے اور بری رسوم سے انہیں کس قدر نفرت ہے (ایضاً ۳۷۷)

[illegible] شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ المسوی مصفّٰی اور مسوی انصاف عقد الجید اور تحفۃ الموحدین میں فقہی [illegible] بدعات اور مشرکانہ رسوم کے خلاف ایسی حکیمانہ روش اختیار فرمائی جس سے حقیقت بہت حد تک واضح ہو گئی

([illegible])

(۲۴) شاہ ولی اللہ جیسا شخص پیدا ہوا جس کی نکتہ سنجیوں کے آگے غزالی، رازی اور ابن رشد کے کارنامے بھی ماند پڑ گئے (ایضا ۷۸)

(۲۵) شاہ ولی اللہ اپنے علمی تبحر، فضل وکمال، حسن لیاقت، شہرت عام اور خداداد قابلیت کے لحاظ سے اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے (ایضا ۷۹)

(۲۶) شاہ ولی اللہ علما وعملا ایک عظیم مفکر اور مجدد تھے (ایضا ۸۰)

(۲۷) شاہ ولی اللہ بیک وقت مفسر بھی تھے اور محدث بھی، فقیہ بھی تھے اور مجتہد بھی اور صوفی بھی --- درس وتدریس اور اپنی جلیل القدر تصانیف سے انہوں نے ہندوستان میں علوم ومعارف کے دریا بہائے ان کی علمی فیاضیوں اور عظمت جلالت کے باعث دور دراز کے ممالک سے شائقین علوم ومعارف کے حلقہ درس میں شامل ہو کر علمی برکتیں سمیٹنے کے لئے آتے (ایضا ۸۴)

(۲۸) مشہور غیر مقلدین بلکہ ان کے بانی اور امام نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں جناب شاہ ولی اللہ کا علوم متداولہ میں وہ پایہ تھا جس کا شمہ بھی بیان کرنے سے انسانی طاقت محض عاجز ہے۔

(اتحاف النبلا ص ۴۲۹)

(۲۹) نواب صاحب حظیرۃ القدس میں لکھتے ہیں قال الشیخ المحدث الدهلوی

(۳۰) التاج المکلل میں لکھتے ہیں مسند الوقت الشیخ الاجل احمد ولی الله المحدث الدهلوی المبرور (۳۸۷)

پہلا مشاہدہ:۔ ان مشاہدات میں سے پہلا مشاہدہ یہ ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ اللہ والوں کی ایک بہت بڑی جماعت ہے اور ان میں ایک گروہ ذکر واذکار کرنے والوں اور نسبت یادداشت کے حاملوں کا ہے ان کے دلوں پر انوار جلوہ گر ہیں اور ان کے چہروں پر تروتازگی اور حسن وجمال کے آثار نمایاں ہیں اور یہ لوگ عقیدہ وحدت الوجود کے قائل نہیں۔

میں نے دیکھا کہ اللہ والوں کی اس جماعت میں ایک دوسرا گروہ بھی ہے جو عقیدہ وحدت الوجود کو مانتا ہے اور اس کائنات میں ذات باری کے وجود کے جاری وساری ہونے کے متعلق وہ کسی نہ کسی شکل میں غور وفکر کرنے میں مشغول بھی ہے اور چونکہ اس غور وفکر کے ضمن میں ان سے ذات حق کے بارے میں جو کل عالم کے انتظام میں

(۵) ہندوستان میں حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان اور علماء اور مصلحین نے اپنے ماحول کے مطابق اپنے حلقوں میں کام کیا اور اپنی مساعی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے کو کامیابی دی (ایضاً ۳۷)

(۶) شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے تحریک احیائے سنت اور تجدید و احیائے دین کی راہ میں جہاں عظیم الشان قربانیاں پیش کیں (ایضاً ۳۸)

(۷) قاضی محمد اسلم سیف لکھتے ہیں:

حجۃ اللہ فی الارض حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (تحریک اہل حدیث ص ۱۸۱)

(۸) یہ تھے وہ حالات جن میں حجۃ اللہ فی الارض حضرت امام شاہ ولی اللہ نے آنکھیں کھولیں (ایضاً ۱۸۸)

(۹) ہمیشہ ارباب دعوت وعزیمت وہی عہد ساز شخصیتیں رہی ہیں جن کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا نشست برخاست اور انداز زیست اللہ کے قرآن اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق رہا جیسا کہ امام دار الہجرت مالک بن انس............ امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (ایضاً ۲۰۰)

(۱۰) وہ دور ایک مجدد کا متقاضی تھا حالات وظروف واقعات ومشاہدات اور تغیرات وانقلاب ایک ایسے مجدد کے متقاضی تھے جو بے دینی کے طوفانوں میں چراغ حق روشن رکھے............ اندریں حالات امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے علاوہ کون سی شخصیت تھی جو ان تقاضوں سے عہدہ برآ ہوتی، قرآن کے اسرار ورموز سے عوام کو باخبر کرتی، حدیث وسنت کے پرچم کو سر بلند رکھتی، رسوم وبدعات کی بیخ کنی کرتی، وہ شخصیت صرف اور صرف حجۃ اللہ فی الارض امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی ہو سکتی ہے حالات جس مجدد کے متقاضی تھے وہ شاہ صاحب کی شکل میں پورے ہو گئے (ایضاً ۲۰۲)

(۱۱) لیکن رسول اللہ کی حدیث کا دامن نہیں چھوڑا، فروعات میں حنفی رہتے ہوئے بھی رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی عظمت اور صحت پر اعتقاد رکھا (ایضاً ۲۰۵)

(۱۲) شاہ صاحب فکر محدثین کا علمبردار، مشن محدثین کے نقیب وترجمان............ تعلیمات کتاب وسنت کے مبلغ، عصری وحضری، علمی واعتقادی، فکری ونظری، اساسی، مذہبی فتنوں کے نقاد، تحقیق وتدقیق، علم وآگہی اور کتاب وسنت کے بیباک تھے (ایضاً ۲۰۷)

[illegible] مشہور غیر مقلد عالم و مورخ جناب ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتے ہیں امام الہند بقیۃ السلف حجۃ الخلف [illegible] ولی صاحب دہلوی جس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے مجھ ایسے نابکار کا آپ کی تعریف و [illegible] میں کچھ لکھنا آپ کی شان میں گستاخی ہے، کیونکہ ہندوستان بھر میں شہر بشہر اور کوچہ بکوچہ اور خانہ [illegible] قدر علم و عمل بالحدیث کا غلغلہ ہے اور اتباع سنت کا جتنا جوش طبائع میں موجزن ہے سب کچھ آپ [illegible] وفیض کا ثمرہ ہے (تاریخ اہلحدیث ص ۲۵۷)

([illegible]) آپ کی تصانیف سے ہندوستان کی علمی دنیا میں ایک عظیم انقلاب پیدا ہو گیا (ایضا ص ۳۶۱)

([illegible]) اللہ تعالی نے شاہ صاحب کو قرآن فہمی کا ملکہ خاص طور پر عطا کیا تھا (ایضا ص ۳۶۲)

([illegible]) آپ کی تصانیف دو سو سے زیادہ ہیں اور سب کی سب نافع اور مقبول خاص و عام ہیں ان میں سے [illegible] اپنے اپنے مضمون میں عدیم النظیر ہیں اور بعض ایسی کہ آپ سے پہلے کسی نے اس مضمون پر قلم نہیں [illegible] (ایضا ص ۳۶۳)

([illegible]) انصاف یہ ہے کہ آپ کا وجود صدر اول اور زمانہ ماضی میں ہوتا تو آپ امام الائمہ اور تاج المحدثین [illegible] جاتے (ایضا ص ۳۶۳)

([illegible]) آپ بالاتفاق بارھویں صدی کے مجدد ہیں (ایضا)

([illegible]) افاض اللہ علینا فیوضہ (ایضا)

([illegible]) غیر مقلد پروفیسر ڈاکٹر ثریا ڈار نے اپنی کتاب شاہ عبد العزیز محدث دہلوی اور ان کی علمی خدمات کا [illegible] ان الفاظ میں کیا ہے خاندان شاہ ولی اللہ کے عقیدت مندوں کے نام۔

([illegible]) لکھتے ہیں حضرت قطب الدین احمد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی [illegible] کی رحلت سے اسی سال بعد پیدا ہوئے (شاہ عبد العزیز اور ان کی علمی خدمات ص ۷۷)

([illegible]) اس وقت ضرورت تھی کہ کوئی ایسا مرد مجاہد اور عظیم مفکر میدان عمل میں اترے جو اسلامی عقائد کے [illegible] اور مسلم معاشرے کی معقول تربیت و اصلاح کے لئے انقلابی روح پھونکے (ایضا ص ۷۷)

([illegible]) وہ عارف کامل علوم شریعہ کے محقق امام اور میدان حکمت و عمل کے شہسوار تھے آپ برصغیر میں بھی [illegible] وارث کمالات نبوت اور حجۃ الاسلام ثابت ہوئے (ایضا)

(۲۴) شاہ ولی اللہ جیسا شخص پیدا ہوا جس کی نکتہ سنجیوں کے آگے غزالی، رازی اور ابن رشدؒ کے کارنامے بھی ماند پڑ گئے (ایضاً ۷۸)

(۲۵) شاہ ولی اللہ اپنے علمی تبحر، فضل و کمال، حسن لیاقت، شہرت عام اور خداداد قابلیت کے لحاظ سے اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے (ایضاً ۷۹)

(۲۶) شاہ ولی اللہ علماً و عملاً ایک عظیم مفکر اور مجدد تھے (ایضاً ۸۰)

(۲۷) شاہ ولی اللہ بیک وقت مفسر بھی تھے اور محدث بھی، فقیہ بھی تھے اور مجتہد بھی اور صوفی بھی ——— درس و تدریس اور اپنی جلیل القدر تصانیف سے انہوں نے ہندوستان میں علوم و معارف کے دریا بہائے ان کی علمی فیاضیوں اور عظمت جلالت کے باعث دور دراز کے ممالک سے شائقین علوم و معارف کے حلقہ درس میں شامل ہو کر علمی برکتیں سمیٹنے کے لئے آتے (ایضاً ۸۴)

(۲۸) مشہور غیر مقلدین بلکہ ان کے بانی اور امام نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں جناب شاہ ولی اللہ کا علوم متداولہ میں وہ پایہ تھا جس کا شمہ بھی بیان کرنے سے انسانی طاقت محض عاجز ہے۔

(اتحاف النبلا ص ۴۲۹)

(۲۹) نواب صاحب تطہیر القدس میں لکھتے ہیں قال الشیخ المحدث الدہلوی

(۳۰) التاج المکلل میں لکھتے ہیں مسند الوقت الشیخ الاجل احمد ولی اللہ المحدث الدہلوی المبرور (۲۸۷)

پہلا مشاہدہ:۔ ان مشاہدات میں سے پہلا مشاہدہ یہ ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ اللہ والوں کی ایک بہت بڑی جماعت ہے اور ان میں ایک گروہ ذکر و اذکار کرنے والوں اور نسبت یادداشت کے حاملوں کا ہے ان کے دلوں پر انوار جلوہ گر ہیں اور ان کے چہروں پر تر و تازگی اور حسن و جمال کے آثار نمایاں ہیں اور یہ لوگ عقیدہ وحدت الوجود کے قائل ہیں۔

میں نے دیکھا کہ اللہ والوں کی اس جماعت میں ایک دوسرا گروہ بھی ہے جو عقیدہ وحدت الوجود کو مانتا ہے اور اس کائنات میں ذات باری کے وجود کے جاری و ساری ہونے کے متعلق وہ کسی نہ کسی شکل میں غور و فکر کرنے میں مشغول بھی ہے اور چونکہ اس غور و فکر کے ضمن میں ان سے ذات حق کے بارے میں جو کل عالم کے انتظام میں

نفوس انسانی کی تدبیر میں بالخصوص مصروف کار ہے، کیونکہ تقسیم ہوئی ہے اس لئے میں نے دیکھا کہ ان لوگوں کے چہروں پر ایک طرح کی ندامت ہے اور ان کے چہرے سیاہ ہیں اور ان پر خاک اڑ رہی ہے۔ میں نے ان دونوں گروہوں کو آپس میں بحث کرتے پایا ذکر و اذکار والے کہہ رہے تھے کہ کیا تم ان انوار اور اس حسن و تازگی کو نہیں دیکھتے جس سے ہم بہرہ ور یاب ہیں اور کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ ہمارا طریقہ تم سے زیادہ ہدایت یافتہ ہے اس کے خلاف وحدت الوجود کے قائل کہہ رہے تھے کہ کیا ذات حق میں کل موجودات کا سما جانا یا گم ہو جانا امر واقعہ نہیں اب یہ ہے کہ ہم نے اس راز کو پا لیا جس سے تم بے خبر رہے، ظاہر ہے کہ اس معاملے میں تم پر ہمیں فضیلت حاصل ہے۔

ان دونوں گروہوں میں اس بحث نے جب ایک طویل نزاع کی شکل اختیار کر لی تو انہوں نے مجھے اپنا حکم بنایا اور اس مسئلہ کو فیصلے کے لئے میرے سامنے پیش کیا چنانچہ میں نے ان کا حکم بننا منظور کیا اور اس ضمن میں میں نے یوں گفتگو کی

بات یہ ہے کہ علوم حقہ کی دو قسمیں ہیں ایک وہ علوم جن سے نفوس کی تہذیب و اصلاح ہوتی ہے اور دوسرے وہ علوم جن سے نفوس کی اصلاح نہیں ہوتی اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالی نے نفوس انسانی میں الگ الگ استعدادیں ودیعت فرمائی ہیں اور ان نفوس میں سے ہر ہر نفس اپنی اپنی استعداد کے مطابق علوم حقہ کا ذوق رکھتا ہے چنانچہ جب کوئی نفس علوم حقہ میں سے ان علوم میں جو خاص اس کے ذوق کے مطابق ہوتے ہیں اور ان سے اس کی طبیعت کو مناسبت ہوتی ہے پوری طرح مستغرق ہو جاتا ہے تو اس کی وجہ سے اس نفس کی تہذیب و اصلاح ہو جاتی ہے بے شک وحدت الوجود کا یہ مسئلہ جو اس وقت مابہ النزاع ہے واقعہ یہ ہے کہ علوم حقہ میں سے ہے لیکن بات دراصل یہ ہے کہ تم دونوں کے دونوں گروہ نہ تو اس کے اہل تھے اور نہ یہ چیز تمہارے ذوق اور مشرب کے مطابق تھی اس لئے تمہارا مسلک یہ ہونا چاہیے کہ جس طرح ملا اعلی کے فرشتے بارگاہ حق میں تضرع و نیاز مندی کرتے ہیں تم بھی ان کی طرح وجود باری کی اس حقیقت کی طرف جو سب کو جامع ہے یکسر متوجہ ہو جاتے۔

اب رہا ذکر و اذکار کرنے والے اصحاب کے انوار کا معاملہ سو بات یہ ہے کہ اگر چہ وہ مسئلہ وحدۃ الوجود سے تو بے خبر رہے لیکن علوم حقہ میں سے وہ علوم جو خود ان کے ذوق اور مشرب کے مطابق تھے وہ انہیں حاصل تھے اور ان کی وجہ سے ہی ان کے نفوس کی تہذیب و اصلاح ہو گئی چنانچہ جس درجہ کمال تک پہنچنے کی استعداد لے کر وہ پیدا ہوئے تھے اس طرح وہ اس درجہ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ باقی رہا وحدت الوجود پر اعتقاد رکھنے والوں کا معاملہ تو گو اس

مسئلہ میں اصل حقیقت تک تو ان کی رسائی ہو گئی لیکن علوم حقہ میں سے وہ علم جن سے ان کی طبیعت کو قدرتی مناسبت
وہ انہیں نصیب نہ ہوئے اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب انہوں نے اپنے خیالات کو فکر کی اس وادی میں جہاں کہ یہ
در پیش ہوتا ہے کہ موجودات عالم میں وجود حق کس طرح جاری و ساری ہے بے عنان چھوڑا تو ان کے ہاتھوں
ذات حق کی تعظیم اس سے محبت اور موجودات سے ان کے ماوراء اور منزہ ہونے کا سررشتہ چھوٹ گیا اور وہ اصل
سررشتہ ہے جس کے ذریعے ملاء اعلیٰ کے فرشتوں نے اپنے رب کو پہچانا اور جن سے افلاک کی قوتوں نے اپنی
استعداد کی بناء پر عرفان الٰہی کے اس سررشتہ کی وراثت پائی اور پھر آگے چل کر اس عالم کی یہ ساری فضاء اسی معرفت
سے بھر گئی اب جو نفوس ذات حق کی تعظیم اس کے ساتھ محبت اور موجودات سے اسے منزہ ماننے کی اس معرفت
وارث نہ ہوئے تو اس کی وجہ سے نہ تو ان کی تہذیب و اصلاح ہو گی اور نہ وہ اپنے مقصد حیات ہی کو پا سکے۔

الغرض اے وحدت الوجود کو ماننے والو اور وجود حق کو موجودات عالم میں جاری و ساری جاننے
والو! تم میں سے اس گروہ نے اس راز کو زبان سے نکالا جو اس کا اہل نہ تھا اور وہ گروہ جس کے مشرب
ذوق کے مطابق یہ علم تھا وہ خاموش رہا اب تم میں بعض ایسے مسخ شدہ لوگ ہیں جو اس راز سے بالکل بے خبر
ہیں اور اس ضمن میں حصول کمال کے لئے عقل و خرد کی جن صلاحیتوں کی ضرورت ہے اور وہ نتیجہ ہوتی ہیں
فلکی عناصر کی تاثیرات کا وہ تم میں سرے سے غائب ہیں ان حالات میں قدرتی بات تھی کہ وحدت الوجود
کے اس مسئلے کی وجہ سے تمہارے دلوں میں ندامت اور تمہارے چہروں پر سیاہی ہوتی۔ حقیقت میں اس راز
کا اہل تو وہ شخص ہے جس میں عقل و خرد کی یہ صلاحیتیں برومند اور تر و تازہ ہوں اور اس عالم میں مقام
و اشکال کے جو تہہ بہ تہہ حجابات ہیں انہوں نے اس کی ان صلاحیتوں کو بے اثر نہ کر دیا ہو۔ میں نے اتنا کہا
تھا کہ وہ اس مسئلے کو سمجھ گئے اور انہوں نے اس کا اعتراف بھی کر لیا پھر میں نے ان کو بتایا کہ یہ وہ اسرار ہیں
جو خاص طور پر مجھے رب کی طرف سے عطا فرمائے گئے تاکہ میں اس معاملے میں تمہارے ان اختلافات کو
حل کر سکوں اور آئی تعریف تو ساری کی ساری اللہ ہی کے لئے ہے جو سب جہانوں کا پروردگار ہے میں یہ کہہ
چکا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی اور میں بیدار ہو گیا (فیوض الحرمین ص ۵۳، ۵۶)

شاہ ولی اللہؒ کے مکاشفہ سے یہ معلوم ہوا کہ وحدۃ الوجود کے قائلین بھی اولیاء اللہ میں سے ہیں
البتہ جو استعداد نہ رکھتے ہوئے غور و خوض کرے اس کی مذمت سامنے آئی۔

... شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:

... الاول یسمی بوحدۃ الوجود والثانی بوحدۃ الشہود وقد وقع عندنا ان ... صحیحان جمیعا (مکتوب مدنی ص ۲۸۹)

... پس مذہب اول کا نام وحدۃ الوجود ہے اور ثانی کا وحدۃ الشہود اور ہمارے نزدیک دونوں کشف ... ہیں۔

... مقلدین کے بانی نواب صدیق حسن خان کا نظریہ

بہر حال اس مسئلہ وحدت وجود کا دارومدار حضرات صوفیہ کے کشف وشہود پر ہے اور علماء اور ... نے اس کے متعلق بہت سی کتابیں اور رسائل لکھے ہیں مثلاً طبقہ قادریہ میں حضرت شیخ محی الدین ابن ... شیخ صدر الدین قونوی، شیخ عبد الکریم جیلی، شیخ عبد الرزاق جھانوی، شیخ امان اللہ پانی پتی اور طبقہ ... یہ میں شیخ جلال الدین رومی شیخ شمس الدین تبریزی طبقہ سہروردیہ میں شیخ فرید الدین عطار طبقہ چشتیہ ... سید محمد گیسودراز سید جعفر مکی طبقہ نقشبندیہ میں خواجہ عبد اللہ احرار، نور الدین، جامی ملا عبد الغفور لاری، ... باقی باللہ، کاملی شیخ عبد الرزاق، کاشی شمس الدین، بخاری قیصری، سعد الدین فرغانی وغیرہ اکابر ... سے ہیں۔

ہم لوگ چونکہ ان اختلافات کے بعد پیدا ہوئے ہیں اس لئے ہم کو طرفین سے کسی ایک کی طرف جزماً میلان نہیں ہوسکتا مذہب وحدت وجود اور مذہب وحدت شہود دونوں پر اگر نظر ڈالی جائے تو ... طرح ایک جانب بہت سے دلائل ہیں اسی طرح دوسری طرف بھی بہت سی دلیلیں ہیں۔ ہم پر اعتقاد لازم ہے کہ ہم کسی جانب بھی ضلالت اور گمراہی کا خیال دل میں نہ لائیں کیونکہ اس میں بہت سے علماء کرام اور مشائخ عظام کی تضلیل وتکفیر لازم آتی ہے وحدت وجود کے اثبات یا ابطال میں لب کشائی نہ کرنی چاہیے۔ اگر خود ذی فہم ہے تو اپنی فہم پر قناعت کرے اور اگر وہ نہیں سمجھتا تو ان اقوال کو ان کے قائلین پر ... چھوڑ دے (مآثر صدیقی حصہ چہارم ص ۳۹)

... اور غیر مقلد عالم نواب وحید الزمان لکھتے ہیں:

... سبحانہ خارج عن العالم بائن عن خلقہ لا یتحد بغیرہ ولا یحل فی غیرہ ولا یحل

غيره فيه والوجودية الحلولية زنادقة خارجة عن الاسلام اما الصوفية الوجودية و[illegible] الشيخ ابن عربي فهم لا يقولون بالحلول ولا بالاتحاد الصرف بل يثبتون ذات[illegible] سبحانه بائنا عن خلقه على عرشه انما يقولون ان الحق عين الخلق من وجه يعني جهة الوجود فان الوجود واحد وهو وجود الحق وسائر الاشياء موجودة بهذا الو[illegible] ليس لها وجود مستقل (ہدیۃ المہدی ص ۵۰)

ترجمہ:۔حق سبحانہ عالم سے خارج ہیں مخلوق سے جدا ہیں نہ غیر کے ساتھ متحد ہیں اور نہ غیر میں حل ہیں [illegible] نہ غیر اس میں حل ہے وجودیہ اور حلولیہ زندیق ہیں اسلام سے خارج ہیں لیکن صوفیاء کرام جو وحدۃ ال[illegible] کے قائل ہیں انہیں میں ابن عربی ہیں۔۔وہ نہ حلول کا قول کرتے ہیں اور نہ اتحاد کا بلکہ وہ اللہ سبحانہ تع[illegible] مخلوق سے اپنے عرش پر جدا ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حق مخلوق کا عین ہے من وجہ یعنی وجود [illegible] اعتبار سے اس لئے کہ وجود ایک ہی ہے اور وہ حق تعالیٰ کا وجود ہے اور باقی ساری اشیاء کا وجود اسی [illegible] سے موجود ہیں ان کا مستقل وجود نہیں۔

آگے لکھتے ہیں:

وشيخنا ابن تيمية قد شدد الانكار على ابن عربي وتبعه الحافظ والتفتازاني وعند[illegible] انهم لم يفهموا مراد الشيخ ولم يمعنوا النظر فيه وانما وحشتهم ظواهر الفاظ الش[illegible] في الفصوص ولو نظروا في الفتوحات لعرفوا ان الشيخ رحمه الله من اهل الحدي[illegible] اصولا وفروعا ومن اشد الرادين على ارباب التقليد بالجملة المسئلة دقيقة واللا[illegible] على اهل الحديث متابعة ظواهر الكتاب والسنة والسكوت عن الشيخ وهجران كت[illegible] ومنع الناس عن مطالعتها وتفويض امره الى الله قال الشيخ المجدد انا مخالف الش[illegible] واقول انه اخطا في هذه المسئلة ومع ذلك هو من اولياء الله تعالى والذي يذمه وينك[illegible] عليه هو في الخطر وقال السيد من اصحابنا اعتقادنا في الشيخ الاجل محي الدين ا[illegible] العربي والشيخ احمد السرهندي انهما من صفوة عبادالله ولا نلتفت الى ما قيل فيهم[illegible] وكذالك الشوكاني من اصحابنا رجع عن ذم الشيخ في اخر امره وقال اني نظرت

في الفتوحات وعرفت انه يمكن حمل كلام الشيخ في الفصوص على محمل صحيح وقال الشيخ صفي الدين من اصحابنا مذهبي فيه كمذهب شيخ الاسلام الحافظ السيوطي وهو اعتقاد ولايته وتحريم النظر في كتبه . (هدية المهدي ص ٥١)

ترجمہ:۔ اور ہمارے شیخ ابن تیمیہؒ نے ابن عربی پر سخت تنقید کی ہے اور حافظ ابن حجرؒ اور علامہ تفتازانیؒ نے ان کی اتباع کی ہے۔ اور میرے نزدیک انہوں نے شیخ کی مراد کو نہیں سمجھا اور نہ گہری نظر سے اس کو دیکھا ہے۔ ان کو شیخ کے وہ الفاظ جو فصوص الحکم میں ہیں ان کے ظاہر نے وحشت میں ڈال دیا اور اگر وہ فتوحات کو دیکھتے تو وہ جان لیتے کہ شیخ ابن عربی اصولاً و فروعاً اہل حدیث تھے۔ اور مقلدین پر سخت تنقید کرنے والوں میں تھے خلاصہ یہ ہے کہ مسئلہ وحدۃ الوجود حق ہے اور اہل حدیث پر کتاب وسنت کے ظاہر کی اتباع کرنا اور شیخ کے بارے میں سکوت کرنا اور ان کی کتب کو چھوڑنا اور لوگوں کو اس کے مطالعہ سے منع کرنا اور ان کے امر کو اللہ کے سپرد کرنا لازم ہے۔ شیخ مجدد احمد سرہندی فرماتے ہیں کہ میں شیخ ابن عربی کا مخالف ہوں اور میں کہتا ہوں کہ اس نے اس مسئلہ میں خطا کی اس کے باوجود وہ اولیاء اللہ میں سے تھے۔ اور وہ شخص جو شیخ کی مذمت کرتا ہے اور ان کی مخالفت کرتا ہے وہ خطرے میں ہے۔ ہمارے اصحاب میں سے نواب صدیق حسن خان فرماتے ہیں شیخ اجل محی الدین ابن عربی اور شیخ احمد سرہندیؒ کے بارے میں ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ وہ دونوں اللہ کے مقرب بندے تھے اور ان کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہم اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ اور اسی طرح ہمارے اصحاب میں سے قاضی شوکانی نے بھی آخر میں شیخ کی مذمت سے رجوع کر لیا اور فرمایا کہ میں نے جب فتوحات میں نظر کی تو میں نے جان لیا کہ شیخ کی وہ کلام جو فصوص الحکم میں ہے اس کو صحیح محمل پر محمول کرنا ممکن ہے۔ اور ہمارے اصحاب میں سے شیخ صفی الدین نے فرمایا کہ میرا مذہب شیخ الاسلام حافظ سیوطیؒ کے مذہب کی طرح ہے وہ یہ کہ شیخ کی ولایت کا اعتقاد رکھا جائے اور اس کی کتب کو دیکھنا حرام سمجھا جائے۔

شاعر مشرق اور وحدۃ الوجود

شاعر مشرق علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ بھی وحدۃ الوجود کے قائل تھے چنانچہ آپ کے بہت سارے

اشعار سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔

گر اینجائی چرا در پیچ وتابی — کہ او پیداست تو زیر نقابی
تلاش او کنی جز خود نہ بینی — تلاش خود کنی جز او نیابی
ز آغاز خودی کس را خبر نیست — خودی در حلقہ شام و سحر نیست
ز خضر این نکتہ نادر شنیدم — کہ بحر از موج خود دیرینہ تر نیست
چہ گویم نکتہ زشت و نکو چیست — زبان لرزد کہ معنی پیچدار است
برون از شاخ بینی خار وگل را — درون او نہ گل پیدا نہ خار است

(کلیات اقبال فارسی ص ۱۲۲)

نہ ہے زماں نہ مکاں لا الٰہ الا اللہ — خرد ہوئی ہے زمان ومکاں کی زناری

(کلیات اقبال اردو ص ۵۷۷)

ہر چیز ہے محو خود نمائی — ہر ذرہ شہید کبریائی
بے ذوق نمود زندگی موت — تعمیر خودی میں ہے خدائی
تارے آوارہ وکم آمیز — تقدیر وجود ہے جدائی
تیری قندیل ہے ترا دل — تو آپ ہے اپنی روشنائی
ایک تو ہے کہ حق ہے اس جہاں میں — باقی ہے نمود سیمیائی

(کلیات اقبال اردو ص ۳۳۲)

ڈاکٹر یوسف حسین علامہ کے مابعد الطبعیی تصورات بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں وحدۃ الوجود کی رو سے ذات باری کائنات اور انسان میں جاری وساری ہے، سارے عالم میں اصول وحدت کار فرما ہے۔ موجود اور معروض کا فرق فریب نظر ہے فطرت مظاہر کا ایک نظام ہے جو ان گنت اعتبارات کے بندھنوں میں بندھا ہوا ہے ان اعتبارات کی تہہ میں ایک ہی ارادہ کار فرما ایک ہی اصول کی تاثیر نمایاں ہے اگر ذات واجب تعالیٰ اور عالم ایک ہی ہیں تو ذات اور صفات کا فرق بے معنی ہے یہ فرق محض ظنی ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ذات الٰہی کے مختلف تعینات کائنات سے عبارت ہیں لیکن وہ خود غیر متعین ہے معروضی

... عالم غیر حقیقی ہے صرف وجود ذات باری کا ہے کثرت و امتیاز لگانا اچھا نہیں، اصل وجود ذات واجب تعالیٰ کے لئے مسلّم ہو چکا تو عالم کی حیثیت سوائے اضافی اور اعتباری وجود کے کیا رہ جاتی ہے۔ موجودات عالم حقیقت کی رو سے حق تعالیٰ کے عین ہیں اور مجازی اور اضافی حیثیت سے غیر حق ہیں، حق تعالیٰ کا وجود عالم میں اسی طرح سے مستور ہے جس طرح صورت نوعیہ اپنے افراد میں ہر صفت میں ذات کا موجود رہنا لازمی ہے بغیر وجود ذات کے صفات کا ظہور محال ہے صفات اور افعال و آثار عین ذات ہیں مراتب کونیہ ذات واجب تعالیٰ کے مظاہر اور اعراض ہیں۔

دما دم رواں ہے یم زندگی ہر اک شے سے پیدا رم زندگی
اسی سے ہوئی ہے بدن کی نمود کہ شعلے میں پوشیدہ ہے موج دود
یہ ثابت بھی ہے اور سیار بھی عناصر کے پھندوں سے بیزار بھی
یہ وحدت ہے کثرت میں ہر دم اسیر مگر ہر کہیں بے چگوں بے نظیر

(روح اقبال ص ۴۷۳،۴۷۴)

سریان و ماورائیت کے بارے میں شاعر مشرق کا موقف یہ ہے کہ

"ذات واجب تعالیٰ نہ قطعی طور پر عالم میں جاری و ساری ہے اور نہ پوری طرح ماوراء ہے وہ ایک حد تک جاری و ساری بھی ہے اور ایک حد تک ماوراء بھی" (روح اقبال ص ۳۸۸)

فرماتے ہیں:

ذات واجب تعالیٰ متصل عالم بھی ہے اور منفصل عالم بھی وہ عالم میں داخل بھی ہے اور خارج بھی اصل وجود حق سبحانہ وتعالیٰ ہی کا مسلّم ہے عالم اور انسان کا وجود اضافی اور اعتباری حیثیت رکھتا ہے انسانی فطرت کو ادھر ادھر بھٹکنے کے بعد اسی کی ذات میں پناہ ملتی ہے اور جب وہ چار سو کے دشتِ خار سے حیران و پریشان ہو جاتا ہے تو اسی کی ذات کا سہارا ڈھونڈتا ہے۔

گرہ الجھی ہوئی ہے رنگ و بو میں خرد کھو گئی ہے چار سو میں
نہ چھوڑ اے دل فغان صبح گاہی اماں شاید ملے اللہ ہو میں

(روح اقبال ص ۳۹۷)

پروفیسر یوسف سلیم چشتی صاحب گلشن راز جدید کی شرح فرماتے ہوئے علامہ صاحب کے فکری مسلک کے بارے میں لکھتے ہیں:

یہ حقیقت کہ اقبال وحدۃ الوجود کے قائل ہیں گرچہ بجائے خود مبرہن ہے لیکن میں نے اس جگہ اس کی صراحت اس لئے کی ہے کہ اقبال کی زندگی میں ایک دور ایسا بھی آیا ہے جبکہ وہ شیخ اکبرؒ کے مخالف تھے لیکن جب انہوں نے ربط حادث بالقدیم کے مسئلہ پر خالی الذہن ہو کر غور کیا تو اس کا حل ان کو صرف وحدۃ الوجود ہی میں ملا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ان کے کلام کا استقصاء کیا جائے تو یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ ابتداء سے لے کر ۱۹۱۰ء تک اقبال وحدۃ الوجود کے حامی اور قائل رہے جیسا کہ ''بانگ درا'' کی نظموں سے ظاہر ہے۔ ۱۹۱۱ء سے لے کر ۱۹۱۵ء تک یہ دور ایسا ہے جب وہ سمجھتے تھے کہ شیخ اکبرؒ بھی اسی وحدۃ الوجود کی تعلیم دیتے ہیں جس کی تعلیم شنکر اچاریہ یا اسپینوزا نے دی ہے اور چونکہ شنکر اور اسپینوزا کی تعلیم قرآن حکیم کے خلاف ہے اس لئے وہ شیخ اکبرؒ سے بدظن تھے اور وحدۃ الوجود کے مخالف تھے لیکن جب انہوں نے اللہ اور خود تحقیق کی تو انہیں معلوم ہوا کہ شیخ اکبرؒ کا فلسفہ شنکر اچاریہ اور اسپینوزا دونوں سے مختلف ہے بلکہ شیخ اکبرؒ نے جیسا کہ انہوں نے فتوحات مکیہ کی ابتداء میں واضح کر دیا ہے قرآن وحدیث ہی کو اپنے نظام فکر کا ماخذ بنایا ہے یعنی مسلک وحدت الوجود کی دو قسمیں ہیں (۱) اسلامی (۲) غیر اسلامی اور شیخ اکبرؒ نے جس مسلک کی تبلیغ کی ہے وہ اسلام کی روح سے مطابقت رکھتا ہے تو انہوں نے اس مسلک کو بطیب خاطر قبول کر لیا اور ۱۹۱۸ء سے لے کر ۱۹۳۸ء تک یعنی تادم وفات وہ اسی مسلک کی تبلیغ کرتے رہے۔

(شرح زبور پروفیسر یوسف سلیم چشتی لاہور عشرت پبلشنگ ہاؤس)

پروفیسر یوسف سلیم چشتی کا دعویٰ ہے کہ علامہ اقبال مرحوم سے ان کی ملاقاتوں کا سلسلہ ۱۹۲۵ء سے ۱۹۳۸ء تک جاری رہا۔ ان ملاقاتوں کے دوران وہ علامہ کے ارشادات نوٹ کرتے رہے بعد میں انہوں نے ارشادات کو اقبال کے بعض ملفوظات کے عنوان سے مرتب کر کے ایک مضمون کی صورت میں اقبال ریویو میں شائع کر دیا ان بعض ملفوظات کے چند حصے جو ہمارے موضوع سے متعلق ہیں اور اختلاف و اتفاق کی وضاحت کرتے ہیں قابل توجہ ہیں۔

کم اکتوبر ۱۹۳۰ء کی ایک ملاقات کا ذکر کرتے ہیں:

علامہ کی خدمت میں حاضر ہوا وحدۃ الوجود کے مسئلے پر گفتگو میں فرمایا ایک صوفی جب اپنے

واردات کا بیان کرتا ہے تو اسے وحدت الوجود سے تعبیر کرتا ہے یعنی اس پر یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے ذات احد کائنات کی اصل ہے دنیا کا کوئی مذہب تصوف کے عنصر سے خالی نہیں ہے حتیٰ کہ سائنس میں بھی تصوف کا رنگ جھلکتا ہے۔

اسپنوزا فلسفی تھا صوفی نہیں تھا کیونکہ صوفی وہ ہے جو وراء العقل ذرائع سے علم حاصل کرتا ہے وہ عقلی اعتبار سے حلول (Panthesim) کا قائل تھا لیکن شیخ اکبر ابن عربی حلول کے قائل نہیں تھے کیونکہ یہ نظریہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ (منتخب مقالات اقبال، ریویو مرتبہ ڈاکٹر وحید قریشی اقبال اکادمی لاہور پاکستان)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ص ۸۰ میں فرمایا ہے شیخ عبدالغنی رحمہ اللہ کے مکتوب سے نقل کرتے ہوئے کہ حضرت آدم بنوری رحمہ اللہ کے طریقہ میں استغراق تام پیدا کرتے ہیں اس حد تک کہ سالک اشیاء کو شہود کے غلبہ کے باعث عین حق پاتا ہے اور اس کو ان کی اصطلاح میں توحید وجودی کہتے ہیں اور اگر اشیاء کو گم کر دے اور عالم مثال میں جمال ذوالجلال کو اشیاء کے پیچھے مشاہدہ کرے اور اشیاء کو نظر انداز کر دے تو اس کو توحید شہودی کہتے ہیں لیکن ابھی بھی مطلوب حقیقی تک وصول بغیر اشیاء کی تلبیس کے نہیں ہوتا اس کے بعد اگر اس سالک کا پیر کامل ہوگا تو وہ اپنی توجہ سے مرید کو تجلیات و مشاہدات کے ہجوم سے خالی بنا دے گا حتیٰ کہ سوائے نور یقین کے اس کو اور کچھ بھی معلوم نہیں ہوگا۔

اور قاضی ثناء اللہ اپنے مکتوب شریف میں فرماتے ہیں کہ حضرت مجددؒ فرماتے ہیں کہ جو کچھ یہ فقیر ان بزرگوں کے ہمہ اوست کے اطلاقات سے معنی سمجھتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ تمام جزئیات متفرقہ جو حادث ہیں یہ سب اس ذات واحد کا ظہور ہے اور میں کہتا ہوں کہ اس عبارت کا ایک اور معنی بھی ہے جو حلول و اتحاد سے بہت دور ہے یعنی تمام اشیاء نیست ہیں موجود تو وہی ذات باری تعالیٰ ہے یعنی تمام چیزوں کا وجود ذات باری تعالیٰ کے وجود کے مقابلہ میں نیست کے حکم میں ہے یہ معنی نہیں کہ تمام چیزیں موجود ہیں اور اس کے ساتھ متحد ہیں ایسا تو کوئی بے وقوف بھی نہیں کہہ سکتا چہ جائیکہ ایسے بڑے بڑے بزرگ ایسا کہیں معاذ اللہ۔

عینیت

حضرات صوفیاء کرام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ ذات باری تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان عینیت کے قائل ہیں اور بسا اوقات اس پر دو یہ شعر بھی پیش کرتے ہیں کہ ابن عربی نے کہا

وفی کل شیء له آیة   تدل علی انه عینه

پھر اس کے بعد اس کی تشریح میں خود اپنی طرف سے اضافہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ معاذ اللہ ان کے نزدیک گدھے، گھوڑے، کتے کا وجود بھی خدا کا وجود ہے۔ جس سے عامی آدمی شک وشبہ میں پڑ جاتا ہے حالانکہ حضرات صوفیاء کرام اس معنی میں عینیت کے قطعاً قائل نہیں جو معترض لیتا ہے۔ آنے والے حوالہ جات سے یہ بات واضح ہو رہی ہے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

چنانچہ صوفیاء محققین اس عینیت کے ساتھ غیریت کے بھی قائل ہیں پس یہ عینیت اصطلاحی ہے نہ کہ لغوی مسئلے کی تحقیق تو اس قدر ہے اس سے زیادہ اگر کسی کے کلام منثور یا کلام منظوم میں پایا جاوے تو حالت سکر کا کلام ہے نہ قابل ملامت ہے اور نہ قابل نقل وتقلید (تعلیم الدین ص ۹۶)

قطب الارشاد مولانا عبداللہ بہلوی لکھتے ہیں:

عینیت کا ایک معنی یہ ہے کہ دو چیزوں کا مکمل طور اس طرح ایک ہونا کہ ان میں کسی قسم کا بھی فرق نہ ہو اور غیریت کا معنی یہ ہے کہ دونوں میں کسی قسم کا تغایر امتیاز یا فرق ہو اس معنی میں عینیت وغیریت میں تناقض ہے جس میں دونوں کا کسی محل میں جمع ہونا محال ہے اور لغوی معنی بھی یہی ہے اور اسی میں اکثر عرفا استعمال ہوتا ہے اس اعتبار سے کوئی شے باری تعالیٰ کی عین ذات نہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ عینیت کے تو وہی مذکورہ بالا معنی لئے جائیں اور غیریت کے معنی یہ ہوں کہ دو چیزوں میں سے کسی ایک کا دوسری کے بغیر موجود ہو سکنا عینیت وغیریت کے اس معنی میں باہم تناقض تو نہیں مگر تضاد ہے یعنی دونوں ایک محل پر صادق نہیں آسکتے مگر مرتفع ہو سکتے ہیں یہ متکلمین کی اصطلاح ہے اس تفسیر سے بھی ذات باری تعالیٰ اور مخلوق میں عینیت نہیں بلکہ غیریت ہے اس لئے کہ مخلوقات بدوں باری

موجود نہیں ہو سکتی لیکن باری تعالیٰ بدون مخلوقات کے پہلے بھی موجود تھے۔

عینیت کے تیسرے معنی یہ ہیں کہ ایک شے کا اپنے وجود میں دوسری شے کی طرف محتاج ہونا گو باری تعالیٰ کی طرف محتاج نہ ہو اور غیریت کے وہی پہلے والے معنی کہ دو چیزوں میں کسی قسم کا تغایر یا امتیاز یا فرق ہو یا اصطلاح صوفیاء کی ہے جس کے اعتبار سے ذات باری تعالیٰ اور مخلوقات میں عینیت بھی ہے کیونکہ مخلوقات اپنی ذات میں ذات باری تعالیٰ کی محتاج ہے گو ذات باری تعالیٰ اس احتیاج سے مبرا ہے اور غیریت بھی ہے کیونکہ ذات باری تعالیٰ اور مخلوقات میں لاکھوں طرح کے فرق ہیں جیسا کہ فرمایا

انتم الفقراء الی اللہ واللہ ھو الغنی الحمید

تم سب اللہ تعالیٰ کے ہر طرح محتاج و تابع ہو اور اللہ تعالیٰ ہر طرح غنی و بے نیاز ہے

گو اس تیسرے معنی کے اعتبار سے صوفیا تمام مخلوقات کو عین باری تعالیٰ کہتے ہیں مگر بعض اوقات ایک قید اور بڑھا تے ہیں کہ مخلوق کو خالق کی طرف احتیاج کا علم و معرفت بھی حاصل ہو اور اس مقید معنی کے اعتبار سے تمام مخلوقات میں صوفی عارف کے لئے عینیت کا اثبات کرتے ہیں کیونکہ دوسری مخلوق اس عرفان سے خالی ہے پھر بعض اوقات اس قید پر ایک قید بڑھا دیتے ہیں کہ ایسی معرفت میں اس قدر استغراق ہو کہ خود مخلوق بلکہ اپنی ذات و ہستی کی طرف بھی التفات نہ رہے یہ حضرت حکیم الامت مجدد الملۃ تھانوی رحمہ اللہ کی تحقیق ہے جس سے نہ کسی عامی کو انکار ہو سکتا ہے اور نہ کسی عالم کو توحش اس کے سمجھنے کے لئے نہ فلسفی ہونے کی حاجت ہے نہ کسی مابعد الطبیعاتی فلسفہ یا نظریہ کی ضرورت نہ بندہ کی بندگی میں کوئی فرق آیا نہ خدا کی خدائی یا تنزیہ میں اس سے کوئی نقص آیا جزاھم اللہ تعالیٰ کذا فی تجدید التصوف

فائدہ ہمہ اوست کا یہ معنی نہیں کہ ہمہ اور او ایک ہیں بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہمہ کی ہستی قابل اعتبار نہیں بلکہ او کی ہستی لائق شمار ہے اور باقی کی ہستی کے سامنے فانی کی کوئی ہستی نہیں پس وحدۃ الوجود کا معنی ہے وجود ایک ہونا پس حقیقۃ وجود ایک ہی ہے اور وحدۃ الشہود کا معنی ہے شہود ایک ہونا یعنی واقع میں تو متعدد ہستیاں ہیں مگر سالک کو ایک کا مشاہدہ ہوتا ہے اور دوسرے سب کالعدم ہیں پس وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود میں اختلاف لفظی ہے فافہم (معارف بہلوی ص ۱۱۶ ج ۲)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں عبد و رب میں عینیت وغیریت دونوں متحقق ہیں اور

ایک وجہ سے اور یہ ایک وجہ سے اگرچہ بادی النظر میں اجتماع ضدین ایک شخص میں محال معلوم ہوتا ہے الضدان لا یجتمعان قول صحیح ہے مگر اس میں دو ضد لغوی مراد ہیں اور ضد اصطلاحی جمع ہوتے ہیں اسی وجہ سے محققین کو جامع الاضداد کہتے ہیں (شمائم امدادیہ ص ۳۶)

نیز فرماتے ہیں کہ جاننا چاہیے کہ عبد و رب میں عینیت حقیقی لغوی کا جو اعتقاد رکھے اور غیریت کا بجمیع وجوہ انکار کرے وہ ملحد و زندیق ہے کیونکہ اس عقیدہ سے عابد و معبود ساجد و مسجود کا کوئی امتیاز نہیں رہتا اور یہ غیر واقع ہے (شمائم امدادیہ ص ۳۷)

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اسی طرح ممکن کو واجب ذات باری کا عین کہنا اور ممکن کے صفات افعال کو حق تعالیٰ کے صفات و افعال کا عین بتانا بڑی بے ادبی اور حق تعالیٰ کے اسماء و صفات میں الحاد و شرک ہے (مکتوبات امام ربانی ج ۲ ص ۱۹)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ پس عالم کو حق تعالیٰ کا عین نہیں کہہ سکتے (مکتوبات امام ربانی ص ۲۶)

ابن عربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

و هذا يدلك صريحا على ان العالم ما هو عين الحق تعالى اذ لو كان عين الحق ما صح كون الحق تعالى بديعا انتهى ۔

ترجمہ:۔ یہ جو کچھ میں نے کہا ہے رہنمائی کرتا ہے تیری واضح طور پر اس طرف کہ یہ عالم عین حق نہیں ہے اس لئے کہ اگر وہ عین حق ہوتا تو حق تعالیٰ کا بدیع ہونا صحیح نہ ہوتا۔

پس ثابت ہوا کہ حق تعالیٰ اور عالم نہ عین یک دگر ہیں اور نہ متحد ہیں عینیت اور اتحاد اگر ان (شیخ اکبر) کے کلام میں ہے تو بمعنی اصطلاحی ہے جس سے مراد ہے تابعیت ظل للحق فی الوجود نیز ارشاد فرماتے ہیں۔

العبد عبد و ان ترقى والرب رب و ان تنزل

بندہ ہمیشہ بندہ ہی رہے گا خواہ وہ کتنی ہی ترقی کیوں نہ کرے اور رب ہمیشہ رب ہی رہے گا خواہ وہ کتنا ہی تنزل کیوں نہ فرمائے (فتوحات مکیہ باب ۵۵۷)

نیز فرماتے ہیں:

اگر حق تعالیٰ کی ندا ہمارے لئے اور ہماری ندا اس کے لئے نہ ہوتی تو نہ وہ ہم سے متمیز ہوتا اور نہ

ہوئے پس جس طرح حق تعالیٰ نے اپنی ذات کو ہم سے جدا کیا ہے اسی طرح ہم نے اپنی
کیا ہے پس نہ حق تعالیٰ نے انسان میں حلول کیا اور نہ حق تعالیٰ اور انسان دونوں مل کر
حلول اور اتحاد یہ دونوں عقیدے باطل ہیں اور جو شخص دعویٰ کرے وصل کا کہ بندہ خدا ہو گیا
اور ہو گیا یعنی گمراہ ہو گیا۔ فتوحات ص ۳۶۵ ج)

ایها الولی الحمیم ان الوجود منقسم بین عابد ومعبود فالعابد کل ما سوا الله
وهو العالم المعبر عنه والمسمی عبدا والمعبود هو المسمی الله وما فی الوجود
ذکرنا فکل ما سو الله عبد الله ما خلق ویخلق وفیما ذکرنا اسرار عظیمة متعلق
المعرفة بالله وتوحیده وبمعرفة العالم ورتبته وبین العلماء فی هذه المسئلة من
ما لا یرتفع ابدا ولا یتحقق فیه قدم یثبت علیه ولهذا قدر الله السعادة لعباده
وفی العلم بتوحیده خاصة ما ثم طریق الی السعادة الا هذا (فتوحات مکیہ
ص ۵۷، باب ۳۲)

اے مخلص دوست خوب جان لو کہ وجود تقسیم ہے عابد اور معبود کے درمیان پس اللہ تعالیٰ کے
عابد ہے اور اس کو عالم سے تعبیر کرتے ہیں اور معبود وہی ہے جس کا نام اللہ ہے اور وجود میں اس
کچھ نہیں اللہ تعالیٰ کے ماسوا جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کا عبد ہے جو اس نے پیدا کیا ہے اور یا جس کو
پیدا کرے گا اور یہ جو ہم نے بیان کیا ہے اس میں بڑے اسرار ہیں جو اللہ اور اس کی توحید کی معرفت
رکھتے ہیں اور جو عالم اور اس کے مرتبہ کی معرفت سے تعلق رکھتے ہیں اور اس مسئلہ وحدۃ الوجود میں
کے درمیان اختلاف ہے جو کبھی اٹھ نہیں سکتا اور کسی کا قدم ٹک نہیں سکتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے بندوں
سعادت اس میں مقدر کی ہے کہ وہ ایمان لائیں اور اس کی توحید کا علم خاص طور پر حاصل کریں سعادت
راہ اس کے سوا اور کچھ نہیں۔

اسی طرح الجواہر والیواقیت والے نے بیان کیا ہے کہ حضرت شیخ ابن عربی فتوحات مکیہ میں
ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سے تمہیں صریح طور پر معلوم ہوگا کہ عالم جہاں عین حق تعالیٰ

الوجود نہیں ہے اس لئے کہ اگر ایسا ہو یعنی عالم عین حق تعالیٰ ہو تو پھر اس کو بدیع موجد کیسے کہہ سکتے
(حاشیہ گیلانی نامہ ص ۲۱)

نیز حضرت مجدد الف ثانیؒ ارشاد فرماتے ہیں صوفی کہ حکم بہ ہمہ اوست می کند مراد ش
نیست کہ اشیاء با حق متحد اند و تنزیہ و تنزل نمود تشبیہ گشتہ اوست یا واجب ممکن شدہ است یا بے
چون آمدہ است کہ ہمہ کفر و الحاد است و ضلالت و زندقہ بلکہ ہمہ اوست آنست کہ اشیاء
و موجود اوست تعالیٰ شانہ مآل الباب صوفیا اشیاء را ظہور حق میداند (مکتوبات مجدد مکتوب ۴۳ ج ۲)

مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ صوفی جو ہمہ اوست کہتا ہے اس سے اس کی مراد یہ نہیں
اشیائے کائنات حق کے ساتھ متحد ہیں یا خدا انسان بن گیا ہے یا واجب ممکن ہو گیا ہے یا وہ ذات بیچوں
جسم میں حلول کر گئی ہے کیونکہ یہ سب باتیں کفر و الحاد اور ضلالت و زندقہ ہیں بلکہ ہمہ اوست سے مر
ہے کہ اشیائے کائنات باعتبار حقیقت یا بذات خویش معدوم ہیں ور صرف حق تعالیٰ موجود ہے غایت
الباب یہ ہے کہ صوفیا اشیاء کو ظہور حق سمجھتے ہیں نہ کہ عین حق (مکتوبات شریف جلد دوم مکتوب نمبر ۴۳)

حضرت پیر مہر علی شاہ کی وضاحت درج کی جاتی ہے جو انہوں نے شیخ اکبر کی مذکورہ بالا عبار
کی تشریح میں فرمائی فرماتے ہیں۔

لوگوں کو حضرت شیخ کی اس عبارت سے وہم ہوا کہ اس سے خالق و مخلوق کا اتحاد لازم آتا ہے
حاشا و کلا شیخ کی مراد ہرگز یہ نہیں کیونکہ لفظ عین کے دو معانی ہوتے ہیں ایک یہ کہ کہا جائے کہ فلاں چیز
عین ہے مثلاً الانسان انسان اور دوسرے یہ کہ کسی چیز کا قیام اور تحقق کسی اور چیز سے ہو کہ اگر وہ نہ ہو
اس کا وجود نہ ہوتا اور یہاں شیخ نے یہی معنی لئے ہیں کہ اگر واجب الوجود کا تعلق مخلوقات سے قطع تصور کی
جائے تو مخلوق کا فی نفسہٖ کوئی وجود نہ ہوگا اور فرمایا کہ میں نے کسی کتاب میں دیکھا کہ ایک مجددی حضرت
بیان کرتے ہیں کہ میں ایک روز حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی کے مزار شریف
مراقب ہو کر بیٹھا تھا میں نے دیکھا کہ عالم مثال میں حضرت محبوب الٰہی فصوص الحکم کا درس دے رہے ہیں
شاگرد نے سوال کیا کہ اوجد الاشیاء وھو عینھا کی عبارت سے بظاہر خالق و مخلوق کا اتحاد مفہوم ہوتا ہے
حضرت موصوف نے ایک لحظہ تامل فرمایا کہ ناگہاں حضرت شیخ اکبر کی روح پر فتوح تشریف لائی اور حضرت

صاحب نے فرمایا کہ آپ کیوں یہ جواب نہیں دیتے کہ میں نے تو یہ کہا ہے نہ وہ عین یعنی یہ نہیں کہ اشیاء اللہ تعالیٰ کا عین ہیں بلکہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اشیاء کا عین ہے (مہر منیر مطبوعہ گولڑہ شریف راولپنڈی)

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت مجددؒ فرماتے ہیں کہ جو کچھ یہ فقیر ان بزرگوں کے ہمہ اوست کے اطلاقات سے معنی سمجھتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ تمام جزئیات متفرقہ جو حادث ہیں یہ سب اس ذات واحد کا ظہور ہے اور میں کہتا ہوں کہ اس عبارت کا ایک اور معنی بھی ہے جو حلول و اتحاد سے بہت دور ہے یعنی یہ اشیاء نیست ہیں موجود تو وہی ذات باری تعالیٰ ہے یعنی تمام چیزوں کا وجود ذات باری تعالیٰ کے وجود کے مقابلہ میں نیست کے حکم میں ہے یہ معنی نہیں کہ تمام چیزیں موجود ہیں اور اس کے ساتھ متحد ہیں ایسا تو جاہل بے وقوف بھی نہیں کہہ سکتا چہ جائیکہ ایسے بڑے بڑے بزرگ ایسا کہیں معاذ اللہ (مکتوبات قاضی ثناء اللہ پانی پتی)

ہمہ اُوست

وحدۃ الوجود کی تشریح میں ایک اصطلاح ہمہ اوست مستعمل ہے مخالفین وحدۃ الوجود کا ایک بڑا اعتراض یہ ہے کہ وجودی ہمہ اوست کے قائل ہیں اور وہ ہر شے کو خدا مانتے ہیں حالانکہ صوفیاء کا یہ نظریہ قطعاً نہیں ہے۔ مولانا حضرت تھانوی صاحبؒ اپنی کتاب امداد المشتاق (شرح شمائم امدادیہ) لکھتے ہیں

ایک آدمی نے (حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے) پوچھا کہ ہمہ اوست ولا موجود کے کیا معنی ہیں آیا دونوں مترادف ہیں اس کی مثال یوں ہے کہ جیسے مہندس (انجینئر) نقشہ کسی عمارت کا اپنے ذہن میں پیدا کرے اور تصور کرے پس اصل میں وجود و قیام عمارت کیا ہوگی بعد میں جو در و دیوار ظاہر ہوں گے وہ سب حاضر فی الذہن کے ہوں گے اسی طرح صفات اللہ کے ہیں مثل علم قدرت اور تمام کائنات پرتو انہیں دو صفات کے ہیں تمام مخلوق علم حق تعالیٰ میں تھی اسی کے موافق ظاہر ہوگی پس یہ سب پرتو علم الٰہی ہے اور ظاہر ہے کہ خدا کے صفات اس کی ذات سے علیحدہ نہیں لامحالہ لا موجود الا اللہ و ہمہ اوست ثابت ہے جملہ اول اور آخر فانی اور درمیان میں جو کچھ ظاہر ہو محض خیال و تصور ہے اور کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ کشفی ہے میں (حاجی امداد اللہ) کہتا ہوں کہ کشفی بھی ہے اور عقلی اور نقلی بھی نہ صرف کشفی (امداد المشتاق ص۲۰)

حضرت مہر علی شاہ کے مکتوبات صفحہ ۱۷۳ پر ایک سوال کے جواب میں ہے ہمہ اوست میں او کا مرجع حق سبحانہ وتعالیٰ من حیث الذات نہیں بلکہ من حیث الظہور ہے کما صرح بہ الشیخ الاکبر یہ مراد اہل الفتوحات حق سبحانہ وتعالیٰ کو من حیث الذات غنی عن العالمین اور متعالی عن الخلق مانتے ہیں اور من حیث الظہور ظاہر ومتجلی فی المظاہر (مکتوبات ۱۷۳)

حضرت مجدد صاحبؒ فرماتے ہیں:

جاننا چاہیے کہ صوفیہ علیہ میں سے جو لوگ وحدت وجود کے قائل ہیں اور اشیاء کو عین حق جانتے ہیں اور ہمہ اوست کا حکم کرتے ہیں ان کی یہ مراد نہیں کہ اشیاء حق تعالیٰ کے ساتھ متحد ہیں اور تنزیہ تنزل کر کے تشبیہ بن گئے ہے اور واجب ممکن ہو گیا ہے اور بیچوں چون میں آ گیا ہے کہ یہ سب کفر والحاد اور گمراہی وزندقہ ہے وہاں نہ اتحاد ہے نہ عینیت نہ تنزل نہ تشبیہ

فہو سبحانہ الان کما کان فسبحانہ من لا یتغیر بذاتہ ولا فی صفاتہ ولا فی اسمائہ بحدوث الاکوان

اللہ تعالیٰ اب بھی ویسا ہی ہے جیسے کہ پہلے تھا پاک ہے وہ مالک جو موجودات کے حدوث سے ذات وصفات واسماء میں متغیر نہیں ہوتا۔

حق تعالیٰ اپنی اسی صرافت اطلاق پر ہے وجوب کی بلندی سے امکان کی پستی کی طرف نہیں آیا بلکہ ہمہ اوست کے معنی یہ ہیں کہ اشیاء نہیں ہیں اور حق تعالیٰ موجود ہے منصور نے جو انا الحق کہا اس کی مراد یہ نہیں کہ میں حق ہوں اور حق کے ساتھ متحد ہوں کہ یہ کفر ہے اور اس کے قتل کا موجب ہے بلکہ اس کے قول کے یہ معنی ہیں کہ میں نہیں ہوں اور حق تعالیٰ موجود ہے حاصل کلام یہ کہ صوفیہ اشیاء کو حق تعالیٰ کے ظہورات جانتے ہیں اور حق تعالیٰ کے اسماء وصفات کے آئینے خیال کرتے ہیں بغیر اس کے ان میں کسی قسم کا تنزل اور تغیر وتبدل ہو جس طرح کسی شخص کا سایہ دراز ہو جائے تو نہیں کہہ سکتے کہ وہ سایہ اس شخص کے ساتھ متحد ہے اور عینیت کی نسبت رکھتا ہے یا وہ شخص تنزل کر کے ظل کی صورت میں ظاہر ہوا ہے بلکہ یہ شخص اپنی صرافت واصالت پر ہے اور تنزل وتغیر کی آمیز کے بغیر ظل کے وجود میں آیا ہے؟ ہاں بعض اوقات ان لوگوں کی نظر میں جن کو اس شخص سے محبت ہوتی ہے کمال محبت کے باعث سایہ کا وجود مخفی ہو جاتا ہے اور شخص

وجہ مشہود نہیں ہوتا اس وقت اگر یہ کہہ دیں کہ ظل عین شخص ہے یعنی ظل معدوم ہے اور موجود ہے تو ہو سکتا ہے اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ اشیاء صوفیہ کے نزدیک حق تعالیٰ کے ظہورات ہیں نہ ہیں پس اشیاء حق تعالیٰ سے ہوں گے پس ان کے کلام ہمہ اوست کے معنی ہمہ از اوست ہوں گے جو کے نزدیک مختار ہیں اور درحقیقت علماء کرام اور صوفیہ عظام کے درمیان کوئی نزاع ثابت نہ ہوگی قولوں کا مآل ایک ہی ہوگا (مکتوبات ۵۵۳ دفتر سوم)

نیز شیخ روزبہان بقلی کے کلام کی شرح میں جس میں انہوں نے ہمہ اوست کے قائل کو سینکڑوں کا ماننے والا کافر کہا توحید وجودی کے دقائق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو کچھ اس فقیر نے کلمات سے ہمہ اوست کے معنی سمجھے ہیں یہ ہیں کہ یہ تمام متفرقہ حادثہ جزئیات ایک ہی ذات تعالیٰ کا ہیں جس طرح زید کی صورت بیشمار اور متعدد آئینوں میں منعکس ہو جائے اور وہاں ظہور پیدا کر لے اوست کہہ دیں یعنی یہ تمام صورتیں جنہوں نے بیشمار آئینوں میں نمود و ظہور پیدا کیا ہے۔ زید کی ایک کا ظہور ہیں یہاں کونسی جزئیت اور اتحاد ہے اور کونسا حلول و سریان ہے زید کی ذات باوجود ان تمام کے اپنی صرافت اور اصلی حالت پر رہی ہے ان صورتوں کا نام و نشان تک بھی نہیں تا کہ اس کے جزئیت اور اتحاد اور حلول اور سریان کی نسبت پیدا کریں الآن کما کان کا سر اس جگہ ڈھونڈھنا چاہیے جس مرتبہ میں حق تعالیٰ ہے وہاں جس ظہور سے پہلے عالم کی گنجائش نہ تھی ظہور کے بعد بھی وہاں عالم کی گنجائش نہیں فلا جرم یکون الآن کما کان (پس وہ بالفرد اب بھی ویسا ہی ہے جیسے کہ تھا) عجب ہے کہ حضرت میں صوفیہ میں سے بہت سے بزرگوار اس توحید آمیز عبارت سے حلول و اتحاد سمجھتے ہیں اس عبارت کے کہنے والوں کو کافر اور گمراہ کہتے ہیں (دفتر سوم مکتوب ۸۹)

غرض یہ ہے حضرت مجدد کے نزدیک ہمہ اوست کے قائل صوفیہ عالم کو حق تعالیٰ کے ساتھ متحد نہیں جانتے اور حلول و اتحاد و سریان ثابت نہیں کرتے بلکہ ظہور و ظلیت کے اعتبار سے حمل کرتے ہیں اور نہ وجود کے اعتبار سے اگرچہ ان کی ظاہر عبارت سے اتحاد وجودی کا وہم گزرتا ہے لیکن ان کی یہ مراد ہرگز نہیں کیونکہ یہ کفر و الحاد ہے اور جب ایک دوسرے پر حمل کرنا باعتبار ظہور کے ہے نہ باعتبار وجود کے تو ہمہ اوست کے معنی ہمہ از اوست ہیں کیونکہ شے کا ظل اسی شے سے پیدا ہوتا ہے اگرچہ وہ غلبہ حال میں

ہمہ اوست کہتے ہیں لیکن در حقیقت اس عبارت سے ان کی مراد ہمہ از وست ہے۔

نیز حضرت مجدد الف ثانیؒ ارشاد فرماتے ہیں صوفی کہ حکم بہ ہمہ اوست می کند مراد وش آن نیست کہ اشیاء با حق متحد اند و تنزیہ و تنزل نمودہ تشبیہ گشتہ اوست یا واجب ممکن شدہ است یا بے چوں بچوں آمدہ است کہ ہمہ کفر والحاد است و ضلالت و زندقہ بلکہ اوست آنست کہ اشیاء نیستند و موجود اوست تعالی غایت ما فی الباب صوفیا اشیا ظہور حق میدانند (مکتوبات مجدد مکتوب ۴۳ ج ۲)

مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ صوفی جو ہمہ اوست کہتا ہے اس سے اس کی مراد یہ نہیں ہے کہ اشیائے کائنات حق کے ساتھ متحد ہیں یا خدا انسان بن گیا ہے یا واجب ممکن ہو گیا ہے یا وہ ذات بیچون کسی جسم میں حلول کر گئی ہے کیونکہ یہ سب باتیں کفر و الحاد اور ضلالت و زندقہ ہیں بلکہ ہمہ اوست سے مراد یہ ہے کہ اشیائے کائنات باعتبار حقیقت یا بذات خویش معدوم ہیں ور صرف حق تعالیٰ موجود ہے غایت ما فی الباب یہ ہے کہ صوفیا اشیاء کو ظہور حق سمجھتے ہیں نہ کہ عین حق (مکتوبات شریف جلد دوم مکتوب نمبر ۴۴ جلد دوم)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی اپنے مکتوبات گرامی میں فرماتے ہیں:

حضرت مجدد فرماتے ہیں کہ جو کچھ یہ فقیر ان بزرگوں کے ہمہ اوست کے اطلاقات سے معنی سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ یہ تمام جزئیات متفرق جو حادث ہیں یہ سب اس ذات واحد کا ظہور ہے اور میں کہتا ہوں کہ اس عبارت کا ایک اور معنی بھی ہے جو حلول و اتحاد سے بہت دور ہے یعنی تمام اشیاء نیست ہیں موجود تو وہی ذات باری تعالیٰ ہے یعنی تمام چیزوں کا وجود ذات باری تعالیٰ کے وجود کے مقابلہ میں نیست کے حکم میں ہے یہ معنی نہیں کہ تمام چیزیں موجود ہیں اور اس کے ساتھ متحد ہیں ایسا تو کوئی بے وقوف بھی نہیں کہہ سکتا چہ جائیکہ ایسے بڑے بڑے بزرگ ایسا کہیں معاذ اللہ۔ (مکتوبات قاضی ثناء اللہ پانی پتی ۱۳۱)

اسی طرح دوسرے مقام میں فرماتے ہیں کہ ہمہ اوست بایں معنی نہیں کہتے کہ مثلاً زید بھی خدا ہے اور عمرو بھی خدا ہے نعوذ باللہ اور نہ بایں معنی کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کلی طبعی ہے اور ممکنات کے اشخاص اس کے افراد ہیں یہ دونوں قول تو صریح کفر ہیں (مکتوبات ص ۱۳۰)

تیسرے مقام پر فرماتے ہیں ہمہ اوست کہنا مجاز سے خالی نہیں (مکتوبات ص ۱۳۲)

... چوتھے مقام پر فرماتے ہیں:

... نزول اور دائرہ کا ذکر فرماتے ہیں اور اپنی تائید میں شیخ اکبر کے اقوال نقل کرتے ہیں پھر فرماتے ... ی ہے گویا شیخ اکبر کی تصدیق فرماتے ہیں ان اعتراضات کا ذکر کرکے جو شیخ ولی روز بہان ... ہمہ اوست کے قائلین پر کیے ہیں اعتراضات کا رد فرماتے ہیں (دفتر سوم کے مکتوب نمبر ۵۶)

سکر

حضرات صوفیاء کرام کو راہ سلوک میں بعض اوقات ایسے حالات بھی پیش آتے ہیں جن میں وہ ... ال ہوتا ہے ایسی حالت کو سکر کہتے ہیں۔ اس میں اس کا اپنا اختیار نہیں ہوتا جیسا کہ خواب دیکھنے ... خواب پر اختیار نہیں ہوتا۔ جیسے خواب دیکھنے والا شریعت کے ہاں قابل مواخذہ نہیں ہوتا اسی طرح ... سکر میں صاحب سکر معذور ہوتا ہے اور قابل مواخذہ نہیں ہوتا منکرین تصوف صوفیاء کرام کی ان ... کو لے کر بھی اعتراض کرنے سے نہیں چوکتے جو ان کو حالت سکر میں پیش آگئیں ہوں۔ اس لئے ... بارے میں ذیل میں حضرات صوفیاء کرام کی عبارات پیش کی جاتی ہیں۔

... مجدد الف ثانی سکر کے بارے فرماتے ہیں:

سکر اگرچہ ظلمات کا دریا ہے لیکن آب حیات اسی میں ہے (مکتوبات دفتر سوم ص ۵۵۳)

... مجدد الف ثانی اپنے ایک مکتوب میں اپنی حالت سکر کے بارے میں فرماتے ہیں:

اس مضمون سے کوئی یہ گمان نہ کرے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے کیونکہ ولایت کلمہ اول کے ... ہے اور نبوت دوسرے کلمہ کے مناسب اس لئے کہ ہم کہتے ہیں کہ نبوت دونوں کلموں کا ماحصل ہے ... عروج کلمہ اول سے اور اس کا نزول کلمہ دوم سے تعلق رکھتا ہے پس دونوں کلموں کا مجموعہ مقام نبوت ... ہے نہ کہ صرف کلمہ دوم کا حاصل جیسے بعض نے گمان کیا ہے اور کلمہ اولی کو ولایت کے ساتھ مخصوص کیا ... ایسا بھی نہیں بلکہ دونوں کلمے عروج و نزول کے اعتبار سے مقام ولایت کا بھی حاصل ہیں اور ... کا حاصل بھی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مقام ولایت مقام نبوت کا ظل ہے اور ولایت کے کمالات کمالات نبوت

کے ظلال ہیں مقام سکر میں جو کچھ کہیں معذور ہیں یہ فقیر بھی سکر کی باتوں میں ان کے ساتھ شریک ہے واسطے اپنے بعض مکتوبوں میں اول کلمہ کو مقام ولایت کے مناسب اور کلمہ دوم کو مقام نبوت کے موافق ہے سکر بھی نعمت ہے بشرطیکہ اس سے پھر صحو میں لے آئیں اور کفر طریقت سے نکال کر اسلام حقیقی میں جا ئیں ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا بصدقة حبیبک محمد علیه الصلوة والسلام ویرحم الله عبدا قال امینا (یا اللہ نبی ﷺ کے طفیل تو ہماری بھول چوک پر مواخذہ نہ کر اور اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جس نے آمین کہا) (مکتوبات ص ۲۲۸ جلد دوم)

(۱) حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی اپنے مکتوب میں فرماتے ہیں اور جو اشیائے سیر وسلوک میں مشاہدہ کیا جاتا ہے اور سکر کی حالت میں ان کو بیان کرتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ اس کے ظاہری معنی مراد لینے اور اس پر اعتقاد کرنا بالاجماع کفر ہے (مکتوبات ص ۱۲۵)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں

(۲) اے برادر جان لو! کہ جو کچھ صوفیہ کرام عالم مثال میں دیکھتے ہیں اور عالم سکر میں اس اپنے دیکھے ہوئے اور مشاہدہ کئے ہوئے حال کو بیان کر دیتے ہیں لوگ ان کو ظاہری معنی پر محمول کرتے ہیں اور اس پر اعتقاد کرتے ہیں یا ایسا کہنے والوں کی تکفیر کرتے ہیں یہ دونوں غلطی کرتے ہیں (مکتوبات ص ۱۳۲)

اس سلسلہ میں حضرت مجددؒ کا ایک طویل مکتوب نقل کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

حضرت فرماتے ہیں:

ان تمام سوالوں کے حق میں مجمل کلام یہ ہے کہ جس طرح شریعت میں کفر و اسلام ہے طریقت میں بھی کفر و اسلام ہے جس طرح شریعت میں کفر سراسر شرارت و نقص ہے اور اسلام سراسر کمال ہے طریقت میں بھی کفر سراسر نقص ہے اور اسلام سراسر کمال ہے کفر طریقت مقام جمع سے مراد ہے جو استتار یعنی پوشیدہ ہونے کا محل ہے اس مقام میں حق و باطل کی تمیز مفقود ہوتی ہے کیونکہ اس مقام میں سالک کا مشہود اچھے و برے آئینوں میں وحدت محبوب کا جمال ہوتا ہے پس خیر و شر و نقص و کمال کو اس وحدت کے ظلال اور مظاہر کے سوا نہیں پاتا اس لئے انکار کی نظر جو تمیز سے پیدا ہوتی ہے اس کے حق میں معدوم ہے جس کے باعث سب کے ساتھ مقام صلح میں ہے اور سب کو راہ راست پر معلوم کرتا ہے اور اس آیت کے

...کے مطابق گیت گاتا ہے و ما من دابۃ الا ھو اٰخذ بناصیتہا ان ربی علیٰ صراط مستقیم (کوئی جانور روئے زمین پر چلنے والا نہیں ہے جس کو اس نے پیشانی سے پکڑا ہوا نہیں بے شک ...رب سیدھے راستہ پر ہے) کبھی مظہر کو عین ظاہر جان کر خلق کو عین حق خیال کرتا ہے اور مربوب کو عین ...جانتا ہے اس قسم کے سب پھول مرشد حق سے کھلتے ہیں۔ منصور اسی مقام میں کہتا ہے

کفرت بدین اللہ والکفر واجب لدی وعند المسلمین قبیح

ہوا کافر میں دین حق سے مجھ کو کفر بہتر ہے اگرچہ سب مسلمانوں کے ہاں وہ کفر بدتر ہے

یہ کفر طریقت کفر شریعت کے ساتھ بڑی مناسبت رکھتا ہے لیکن شریعت کا کافر مردود اور عذاب ...حق ہے اور کافر طریقت مقبول اور اعلیٰ درجات کے لائق ہے کیونکہ یہ کفر واستتار محبوب حقیقی کے غلبہ ...محبت سے پیدا ہوا جس کے باعث محبوب حقیقی کے سوا سب کچھ فراموش ہو جاتا ہے اس لئے مقبول ہے اور ...وہ کفر چونکہ تمرد یعنی سرکشی اور جہل کے غلبہ سے پیدا ہوتا ہے اس لئے مردود ہے اور اسلام طریقت مقام ...فرق بعد الجمع سے مراد ہے جو تمیز کا مقام ہے جہاں حق باطل سے اور خیر شر سے متمیز ہے اس اسلام طریقت کو اسلام شریعت کیساتھ بڑی مناسبت ہے جب اسلام شریعت کمال تک پہنچ جاتا ہے تو اس کو اسلام طریقت کے ساتھ اتحاد کی نسبت پیدا ہو جاتی ہے بلکہ ہر دو اسلام اسلام شریعت ہیں ان کے درمیان فرق ...ظاہر شریعت اور باطن شریعت اور صورت شریعت اور حقیقت شریعت کا ہے کفر طریقت کا مرتبہ صورت شریعت کے اسلام سے بلند تر ہے اگرچہ حقیقت شریعت کے اسلام کی نسبت کمتر ہے۔

آسماں نسبت بعرش آمد فرود ورنہ بس عالی است پیش خاک تود

عرش سے نیچے ہے گرچہ آسماں ہے بہت اونچا زمیں سے اے جواں

مشائخ قدس اسرارہم سے جنہوں نے شطحیات نکالی ہیں اور مخالف شریعت باتیں کہی ہیں سب ...کفر طریقت کے مقام میں رہے جو سکر و بے تمیزی کا مقام ہے لیکن وہ بزرگ جو حقیقی اسلام کی دولت سے مشرف ہوئے ہیں اس قسم کی باتوں سے پاک وصاف ہیں اور ظاہر و باطن میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ...اقتدا کرتے ہیں اور انہی کے تابع رہتے ہیں پس جو شخص کلام شطحیات کرتا ہے اور سب کے ساتھ صلح رکھتا ...اور سب کو راہ راست پر خیال کرتا ہے۔ اور حق و خلق کے درمیان تمیز نہیں کرتا اور دوئی کے وجود کا قائل

نہیں ہوتا اگر ایسا شخص مقام جمع تک پہنچ چکا ہے اور کفر طریقت سے متحقق ہو چکا ہے اور ماسویٰ کا نسیان حاصل کر چکا ہے تو وہ مقبول ہے اور اس کی باتیں جو سکر سے پیدا ہیں ظاہر کی طرف سے پھری ہوئی ہیں اور اگر وہ شخص اس حال کے حاصل ہونے اور درجہ کمال اول تک پہنچنے کے بغیر اس قسم کی کلام کرتا ہے اور سب کو حق اور صراط مستقیم پر جانتا ہے اور حق و باطل میں تمیز نہیں کرتا تو ایسا شخص زندیق و ملحد ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ شریعت باطل ہو جائے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جو رحمت عالمیان ہیں ان کی دعوت رفع ہو جائے پس اس قسم کے خلاف شریعت کلمات سچے سے بھی صادر ہوتے ہیں اور جھوٹے سے بھی سچے کے لئے آب حیات ہیں اور جھوٹے کے لئے زہر قاتل جس طرح دریائے نیل کا پانی بنی اسرائیل کے حق میں آب خوشگوار تھا اور قبطی کے حق میں خون۔

اس مقام پر اکثر سالکوں کے قدم پھسل جاتے ہیں بہت سے مسلمان ارباب سکر کی باتوں کی تقلید کر کے راہ راست سے ہٹ کر گمراہی اور خسارہ میں جا پڑے ہیں اور اپنے دین کو برباد کر بیٹھے ہیں یہ نہیں جانتے کہ اس قسم کی باتوں کا قبول ہونا چند شرائط پر مشروط ہے جو ارباب سکر میں موجود ہیں اور ان میں ملحوظ ان شرائط میں سے اعلیٰ شرط ماسوا اللہ کا نسیان ہے جو اس قبولیت کی دہلیز ہے سچے اور جھوٹے کے درمیان شریعت کی استقامت اور عدم استقامت سے فرق ظاہر ہو سکتا ہے یعنی جو سچا ہے وہ باوجود سکر و مستی کے اور بے تمیزی کے بال بھر بھی شریعت کے برخلاف نہیں کرتا منصور باوجود قول انا الحق کے قید خانہ میں زنجیروں کے ساتھ جکڑا ہوا ہر رات پانچ سو رکعت نماز نفل ادا کرتا تھا اور وہ کھانا جو اس کو ظالموں کے ہاتھ سے ملتا تھا نہیں کھاتا تھا (مکتوبات ۲۸۸، ۲۹۰ جلد دوم)

حضرت مجددؒ کے نزدیک وہ فنا جو جذبہ کی جہت سے ہو خواہ کسی قسم کا جذبہ ہو سکر سے نہیں نکالتا کیونکہ جذبہ میں غلبہ محبت ہوتا ہے۔ اور غلبہ محبت کو سکر لازم ہے۔ اس لئے ان کے نزدیک وحدت الوجود کا قائل ہونا غلبہ محبت کے سبب ہے کیونکہ محب کی نظر میں غلبہ محبت سے سوائے محبوب کے اور کوئی شے باقی نہیں رہتی۔ اور وہ ماسوائے محبوب کے سب کی نفی کا حکم دیتا ہے اگر سکر محبت میں نہ ہوتا تو اس کے لئے محبوب کا دیدار ماسواء کے شہود سے مانع نہ ہوتا اور وہ وحدۃ وجود کا حکم نہ کرتا حضرت مجدد کے نزدیک وہ فنا جو فنائے مطلق کے بعد ہے اور سلوک کا نہایت ہے اس کا منشاء اور مبداء صحو و معرفت ہے۔ سکر کو اس مقام میں

لیکن اب ہم حضرت مجددؒ کے اس طویل مکتوب نمبر ۲۹۱ کی طرف آتے ہیں جس میں انہوں نے توحید وجودی اور توحید شہودی کے مراتب اور ان کے متعلقہ معارف بیان کئے ہیں ابتدائے مکتوب میں حضرت مجدد رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ توحید وجودی کا باعث یا تو مراقبوں کی کثرت مشق ہوتا ہے۔ یا غلبہ محبت کی صورت میں جو شخص کلمہ طیبہ کا معنی لا موجود الا اللہ سمجھتا ہے معنی توحید کی کثرت مشق سے اس معرفت کا نقش اس کے قوت متخیلہ میں بندھ جاتا ہے اور اس قسم کی توحید تامل وتخیل کے بعد سلطان خیال کے غلبہ کے باعث ظاہر ہوتی ہے۔ مجدد رحمہ اللہ کے نزدیک چونکہ یہ توحید صاحب توحید کی موضوعہ ومفروضہ ہوتی ہے اس لئے معلول ہے اور اس کا حامل ارباب حال میں سے نہیں کیونکہ ارباب حال ارباب قلوب ہوتے ہیں اور اس توحید کے حامل کو اپنے مقام قلب کی کچھ خبر نہیں ہوتی۔ بلکہ صرف علم ہی علم ہوتا ہے۔ اور کچھ لوگوں کے لئے توحید وجودی کا منشاء جذبہ قلبی اور محبت ہوتی ہے پہلے وہ اذکار ومراقبات میں مشغول رہتے ہیں اور کوشش وصرف سابقہ عنایت سے مقام قلب تک پہنچ جاتے ہیں اور جذب پیدا کرتے ہیں اس مقام پر ان پر توحید وجودی ظاہر ہو جائے تو اس کا سبب محبت محبوب کا غلبہ ہوگا جس نے محبوب کے ماسوا کو ان کی نظر سے پوشیدہ کر دیا اور چونکہ وہ محبوب کے ماسوا کو نہیں دیکھتے اور نہ ہی پاتے ہیں اس لئے محبوب کے سوا کسی کو موجود نہیں جانتے اور اگر اس قسم کے ارباب قلوب کو اس مقام سے عالم کی طرف لے جائیں تو محبوب کو ذرات عالم میں سے ہر ذرہ میں مشاہدہ کرتے ہیں اور موجودات کو اپنے محبوب کے حسن وجمال کے آئینے اور مظہر سمجھتے ہیں اور اگر محض فضل ربانی سے مقام قلب سے نکل کر مقلب القلوب کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہوں تو یہ توحیدی معرفت جو مقام قلب میں پیدا ہوئی تھی زائل ہونے لگتی ہے، اور جوں جوں معارج عروج میں ترقی کرتے جاتے ہیں توں توں اپنے آپ کو اس معرفت کے ساتھ زیادہ بے نسبت پاتے جاتے ہیں حتی کہ ان میں سے بعض اس معرفت والوں کے طعن وانکار تک پہنچ جاتے ہیں،

(مکتوبات ص ۹۵، ج ۱)

شیخ مجددؒ ان معرفت توحیدی والوں کے متعلق اپنی رائے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ان کا صاحب اس معرفت والوں کے انکار سے کنارہ کرتا ہے اور ان کے طعن سے اپنے آپ کو دور رکھتا ہے طعن کی مجال تب ہوتی جبکہ اس حال والوں کا اس حال کے ظہور میں اپنا قصد واختیار ہو جب ان کے

اداؤ سے کے بغیر ان سے یہ معنی ظاہر ہو رہے ہیں تو یہ اس حال میں مغلوب ہیں اس لئے معذور ہیں ایسے ہمارے معذور پر طعن کی کیا مجال لیکن اس قدر رہ جاتا ہے کہ اس معرفت کے اوپر ایک اور معرفت ہے اور اس حال کے ماسوا اور حالت ہے اس مقام کے محبوس بہت سے کمالات سے رکے ہوئے ہیں اور بیشمار مقامات سے محروم ہیں (مکتوبات ۶۵ ج ۱)

توحید وجودی کے ماننے والوں کے دو گروہوں کا ذکر کرنے کے بعد حضرت شیخ مجددؒ نے ایک تیسرے گروہ کا تعارف کرایا ہے جس کا مقام پہلے دونوں سے ارفع ہے اسی مکتوب نمبر ۲۹۱ میں فرماتے ہیں ارباب توحید میں ایک گروہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مشہود میں استہلاک و اضمحلال یعنی فنا و استغراق کامل طور پر پیدا کر لیتے ہیں اور ان کا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ ہمیشہ اپنے مشہود میں مضمحل و معدوم رہیں اور ان کے وجود کے لوازم سے کوئی اثر ظاہر نہ ہو یہ لوگ انا کے رجوع کو اپنے اوپر کفر جانتے ہیں اور نہایت کار ان کے نزدیک فنا و نیستی ہے مشاہدہ کو بھی گرفتاری جانتے ہیں ان میں سے بعض اس طرح فرماتے ہیں کہ اشتهي عدما لا اعود ابدا میں ایسا عدم چاہتا ہوں کہ ہرگز جس کا وجود نہ ہو یہی لوگ محبت کے مقتول ہیں اور حدیث قدسی من قتلته فانا ديته (جس کو میں قتل کروں میں ہی اس کا خون بہا ہوں) انہی کی شان میں ثابت ہے ہمیشہ وجود کے زیر بار رہتے ہیں اور ایک لمحہ آرام نہیں پاتے کیونکہ آرام غفلت میں ہوتا ہے اور دوام استغراق کے ہوتے ہوئے غفلت کی گنجائش نہیں ہوتی (ایضاً ۶۶ ج ۲)

حلول

تمہید: موجودہ غیر مقلدین کو حلول و ظہور کا فرق تک معلوم نہیں یہ بار بار اولیاء اللہ پر بہتان باندھتے ہیں کہ وہ حضرات حلول کے قائل ہیں حالانکہ وہ لوگ حلول کے قول کو کفر قرار دیتے ہیں۔ خود شیخ اکبر کا فرمان ہے اما القول بالحلول فهو من مقالاة اهل الكفر والجهول۔ اب اس فرق کو ذہن نشین کریں حلول تو یہ ہے کہ جیسے چینی کو پانی میں حل کر دیا جائے تو چینی کا اپنا وجود بھی ختم ہو گیا اور اس پانی کا نام بھی بدل کر شربت ہو گیا اور ظہور یہ ہے کہ جیسے پانی کے پیالے میں سورج ظاہر ہوتا ہے آپ کی شکل آئینے میں ظاہر ہوتی ہے نہ سورج پگھل کر اپنا وجود ختم کرتا ہے نہ آپ کا وجود ختم ہوتا ہے اسی طرح یہ دنیا عالم اسباب

رب تعالیٰ وتقدس مسبب الاسباب ہیں عام طور پر ہم فعل کی نسبت اس بات کی طرف کرتے ہیں کہ فلاں گاڑی کے نیچے آ کر کچلا گیا اور مر گیا، فلاں کو ہیضہ ہوا اور وہ مر گیا، فلاں بادشاہ بنا اور اس کو عزت ملی، فلاں چوری میں پکڑا گیا اور ذلیل ہوا، فلاں پیاسا تڑپ رہا تھا اسے پانی مل گیا اس کی زندگی بچ گئی۔ یہی اسباب عوام کے مشاہدہ میں ہیں اس لئے عوام اس کے ہی مکلف ہیں لیکن اگر خواص میں کوئی اس مقام پر پہنچ جائے کہ ان تعبد اللہ کانک تراہ اور وہ صاحب مشاہدہ ہو جائے اور اسے ان اسباب کے پیچھے صفات باری تعالیٰ کا ظہور مشاہد ہو اور کہے کہ تیری نظر تو یہاں تک وہی کہ ٹرک نے اس کو کچل ڈالا اور یہ مر گیا اور ٹرک اس کی موت کا سبب بنا، لیکن مجھے کشف، مجاہدہ میں یہ نظر آیا کہ اس ٹرک کو سبب بنانے کے پیچھے مسبب الاسباب کی صفت الممیت ظہور فرما تھی۔ پیاسے کے لئے سبب حیات اگرچہ پانی بنا مگر اس سبب کے پیچھے خدا تعالیٰ کی تجلی الحی کا ظہور مجھے منکشف ہوا ہے، اگرچہ فلاں کی عزت کا سبب بادشاہت بنی اور فلاں کی ذلت کا سبب چوری بنی مگر ان اسباب کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی صفات المعز اور المذل کا ظہور ہم نے حالت کشفی میں دیکھا ہے۔

اب وہ نہ عوام کو مجبور کریں کہ تم ہمارے کشوف کو مانو، ہاں ان کشوف سے وہ یہ نتیجہ نکالیں کہ کائنات میں صفات الٰہی کے ظہور کی کارفرمائی ہے۔ اب ان سے یہ مطالبہ کرنا کہ اپنا ہر کشف قرآن و حدیث میں دکھاؤ یہ ایسا ہی جاہلانہ مطالبہ ہے تم اپنا ہر ہر خواب قرآن و حدیث میں دکھاؤ یہ تو ایک احسان کا مرتبہ ہے جیسے حدیث جبرئیل میں دین کا شعبہ قرار دیا گیا ہے اور قرآن پاک میں جگہ جگہ محسنین کے فضائل مذکور ہیں۔ قرآن کی کوئی آیت اس کو کفر قرار نہیں دیتی۔

غیر مقلدین چونکہ اس مقام سے نا آشنا ہیں اور مشہور محاورہ ہے الناس اعداء لما جھلوا لوگ دشمن ہوتے ہیں جس سے جاہل ہوں اسی جہالت نے ہی ان کو عداوت اولیاء پر ابھارا ہے اور ان ظاہر بینوں کا اور خوف خدا سے عاری لوگوں اور حساب روز جزا سے بے باک لوگوں کا حدیث قدسی من عادیٰ لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب پر کوئی ایمان نہیں ورنہ یہ اولیاء اللہ کی عداوت مول لے کر ذات ذوالجلال سے لڑائی پر آمادہ نہ ہوتے۔

آہ! ان کم بختوں اور وقت کے جاہلوں نے اپنی تلبیسات و وساوس سے کتنے صاف دلوں کو اولیاء اللہ کی عداوت پر آمادہ کر کے اپنے ضال اور مضل ہونے کی تکمیل کر لی۔ حالانکہ اولیاء اللہ کے ہاں نہ

حلول ثابت ہے اور نہ اتحاد اور نہ ہی عینیت اس معنی میں جو معنی کفر ہے۔ آنے والے حوالہ جات حلول
نفی پر پیش کیے جاتے ہیں۔

لوہے اور آگ کی مثال

سکر کی حالت کو سمجھانے کے لیے شاہ اسماعیل شہید کی عبارت بہت عمدہ ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

"جب توفیق رہبری کرتی ہے اور اس سر مست ابتہاج و مشاہدہ کا ہاتھ پکڑ کر اوپر کھینچتی ہے
مقام فناء اور بقاء پر وہ خفا سے ظاہر ہوتا ہے۔

اس اجمال کا بیان یہ ہے کہ جس طرح لوہے کا ٹکڑا آگ میں ڈالتے ہیں اور آگ کے شعلے
طرف سے اس کا احاطہ کر لیتے ہیں بلکہ آگ کے لطیف اجزاء اس کے جوہر میں مداخلت کرتے ہیں ا
اس کی شکل و رنگ کو اپنے ہم رنگ بنا لیتے ہیں اور حرارت و احراق (جلانا) جو کہ آگ کے خواص ہیں اس
بخش دیتے ہیں، یقیناً وہ لوہے کا ٹکڑا منجملہ آگ کے انگاروں میں سے شمار کیا جائے گا۔ نہ اس طرح کہ
لوہا اپنی حقیقت بدل گیا ہے اور محض آگ بن گیا ہے، کیونکہ ایسا تو بدیہی البطلان ہے، بلکہ یہ لوہے کا ٹکڑا
خود لوہا ہے، لیکن بسبب شعلہائے نار کے لشکروں کے ہجوم کے، جس کی وجہ سے آگ کے لطیف اجزاء لوہے
کے اندر داخل ہو گئے ہیں اور لوہے نے اپنے لوہے پن سے فرار کی راہ اختیار کر لی ہے اور گوشہ گمنامی میں جا
پڑا ہے اور وہ تمام آثار و احکام جو آگ پر مترتب ہوتے تھے وہ بے کم و کاست لوہے کے اس ٹکڑے پر
مترتب ہوتے ہیں، لیکن در حقیقت اس حال میں بھی احکام آگ پر ہی مترتب ہوتے ہیں جس نے اس
لوہے کے ٹکڑے کا احاطہ کیا ہوا ہے اور اس آگ نے اس کو اپنی سواری بنایا ہے اور اپنا تخت سلطنت اس کو
قرار دیا ہے تو ان آثار و احکام کو اس ٹکڑے کی طرف نسبت دے سکتے ہیں جیسا کہ اس آیت میں "وما
فعلته عن امری" کہ میں نے یہ اپنے اختیار و ارادہ سے نہیں کیا تصریح ہے" اور "فاراد ربک" (پس
ارادہ کیا تیرے رب نے) میں اشارہ اس قصر کی طرف موجود ہے اگر اس لوہے کے ٹکڑے کو اس حالت
میں مجال گفتگو ہوتی تو یقیناً وہ سو سو زبان سے اس آگ کے ساتھ اپنی عینیت اور اتحاد کی آوازیں بلند کرتا
اور آسمان تک اس کا غلغلہ ہوتا اور گھڑی بھر از خود رفتہ ہو کر اور اپنی حقیقت سے غافل ہو کر یہ کلام کرتا کہ میں
آتش سوزاں کا اخگر ہوں اور میں وہی ہوں کہ نانبائیوں اور لوہاروں اور سناروں بلکہ تمام ارباب صنعت

(ان کو آگ سے واسطہ پڑتا ہے) کا کاروبار مجھ سے ہی متعلق ہے۔ اسی طرح جب جذب وکشش کی روحانی امواج اس طالب کے نفس کامل کو احدیت کے سمندروں کی موجوں کی گہرائیوں میں کھینچتی ہیں تو وہ زمزمہ سرائے "انا الحق" اور "لیس فی حبیبی سوی اللہ" ہوتا ہے۔ (ملفوظات ص ۹۸، ۹۹)

رئیس المفسرین حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ لکھتے ہیں:

جب کوئی اللہ تعالیٰ کا بندہ جو سلوک وتصوف کے مراتب طے کرنے کے لئے کوشاں ہو اور اس پر حال کا غلبہ ہو اور وہ اپنی وہمی انانیت کو فنا کردے اور اس کا اپنا آپ محو ہو جائے تو اس وقت حق تعالیٰ کی حق اور اس کا وجود اقدس اس کے نزدیک ثابت ہوگا اور ہر چیز اس کو جو ماسوی اللہ ہے فانی زائل اور بے حقیقت نظر آئے گی۔

کل شیء ما خلا اللہ باطل

اور یہ بات بجز اتباع شریعت وطریقت ممکن نہیں بزرگان دین کے نزدیک قرب فرائض کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ بندہ تمام موجودات کے شعور سے حتی کہ اپنے شعور سے بھی فنا ہو جائے تو پھر اس پر وجود حق کا انکشاف وادراک ہوگا یہ قرب فرائض کا ثمرہ ہے اور قرب نوافل کا مفہوم صفات بشریت کا زوال اور حق تعالیٰ کی صفات کی جلوہ گری اس پر ہونے لگے تو ایسے موقع پر ممکن ہے کہ ایسا شخص کان کی بجائے سارے جسم سے سننے لگے اور آنکھ کے بجائے سارے جسم سے دیکھنے لگ جائے انسانی صفات کا فنا اور اللہ تعالیٰ کی صفات کی جلوہ گری یہ قرب نوافل کا ثمرہ ہے۔

عالم کے تین مواطن مانے جاتے ہیں ایک تعین اول اس کو شیون سے مسمّی کیا جاتا ہے اور دوسرا تعین ثانی اس کو اعیان ثابتہ سے موسوم کیا جاتا ہے اور تیسرا تعین فی الخارج اس کو اعیان خارجیہ سے مسمّی کیا جاتا ہے جہاں تک اعیان ثابتہ کا تعلق ہے تو اس کے بارہ میں بزرگان دین کہتے ہیں کہ الاعیان الثابتۃ ما شمت رائحۃ الوجود کہ اعیان ثابتہ نے تو وجود کی بو تک نہیں سونگھی جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ ان کے احکام و آثار ہوتے ہیں (یعنی اعیان ثابتہ کا خارج کے اعتبار سے کوئی وجود نہیں ہوتا تو وہ صرف صفات کے مرتبہ میں ہوتے ہیں) ہر چیز کا ادراک محض وجود کی وجہ سے ہوتا ہے عالم کو یہ بزرگ مجموع اجزاء و اعراض کہتے ہیں ان کا معروض وجود ہے اور یہ وجود تمام موجودات میں جاری وساری ہے لیکن یہ

سریان اتحاد اور حلول کے بغیر ہے چنانچہ امام عبدالکریم جیلی اپنی کتاب انسان کامل ص ۹۰ میں لکھتے ہیں۔

الموجود بکماله من غير حلول في كل ذرة

وہ ذات اقدس ہر ہر ذرہ میں اپنے پورے کمال کے ساتھ موجود ہے لیکن حلول کے بغیر

حضرت خواجہ ابوسعید مخزومی لکھتے ہیں:

وان ذلک الوجود ليس بحال في الموجودات ولا متحد بها لان الحلول والاتحاد لا بد لهما من الموجودين حتى يحل احدهما في الاخر يتحد احدهما بالاخر والوجود واحد لا تعدد له اصلا وانما التعدد في الصفات على ما يشهد به ذوق العارفين ووجدانهم وان العبودية والتكاليف والراحة والعذاب والآلام كلها راجعة الى التعينات (تحفہ مرسلہ مع شرح ص ۷۷)

ترجمہ:۔ اور بے شک یہ بات ہے کہ وجود موجودات میں حلول کرنے والا نہیں اور نہ وہ ان موجودات کے ساتھ متحد ہے اس لئے کہ حلول اور اتحاد کے لئے ضروری ہے کہ دو موجود ہوں تا کہ ایک موجود دوسرے کے ساتھ متحد ہو اور حال یہ ہے کہ وجود تو صرف ایک ہی ہے اس میں کسی قسم کا تعدد بالکل نہیں کیونکہ تعدد صفات کے اندر ہے وجود میں نہیں جیسا کہ عارفین کا ذوق اور ان کا وجدان اس کی شہادت دیتا ہے اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ عبودیت اور تکالیف راحت اور عذاب اور تمام آلام یہ سب تعینات کی طرف راجع ہیں (ان کا مرتبہ بعد میں ہے)

حضرت امام شاہ ولی اللہ صوفیاء اور اہل تصوف کے سلسلہ میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت جنید بغدادی کا دور جب آیا تو انہوں نے تصوف و سلوک کو سنت کے طریقہ پر مرتب کیا اس کی تہذیب کی اور اس کو ملخص کیا پس حضرت جنید کا طریقہ خیر محض ہے اللہ تعالی نے اس طریقہ میں برکت ڈالی ہے اور اس طریقہ پر بے شمار مخلوق کو جمع کر دیا پھر ان کے بعد صوفیہ دوسری رسومات میں پڑ گئے مثلاً صوف کا لباس پہننا اور لوگوں کے سامنے اس فن کی باتیں اور کلام کرنا اور گانے اور قوالیاں وغیرہ سننا ایک مدت تک یہ طریقہ جاری رہا اس کے بعد اللہ تعالی نے اس طریقہ کی تجدید حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر کے ذریعہ فرمائی اور اسی طرح حضرت شیخ ابن عربی کے ذریعہ تجدید کرائی اور ان پر اللہ تعالی نے علوم و معارف کے بے حد،

[illegible] کھول دیئے چنانچہ شیخ ابن عربی علوم و معارف اور کشفیات کے بحر ذخار تھے اور وحدۃ [illegible] امام تھے اور اس طریقہ کی تشریح و تفسیر کرنے میں حد کمال تک پہنچے ہوئے تھے صوفیاء کرام میں ان [illegible] لیکن شریعت و طریقت کی تمام حدود کی صحیح حفاظت کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے [illegible] کلام میں اشتباہ و اغلاق بھی کافی واقع ہوا ہے لیکن وہ بہرحال ایک کامل ولی اللہ تھے اس کے بعد [illegible] فرماتے ہیں کہ:

[illegible] فرقة خبيثة وهي الفرقة التي تزعم ان الله عين العالم و العالم عين الله و انه ليس [illegible] حساب و لا عذاب و الذي هو متحقق عندنا ان الحكم بان الله تعالى فرد واحد [illegible] يرضى و يسخط يعفو و يواخذ واجب يقتضيه جبلة الانسان و فطرته فمن قصر [illegible] العقيدة فهو زنديق كافر (کلمات الہیہ ج ا ص ۲۰۶)

[illegible] اس کے بعد ایسا خبیث فرقہ پیدا ہوا جو یہ کہتا کہ اللہ تعالیٰ عالم کا عین ہے اور عالم بھی اللہ تعالیٰ کا [illegible] (یہ حلولی اور اتحادی فرقہ ہے) اور یہ کہ کوئی حساب کتاب نہیں اور نہ ہی کوئی عذاب و مواخذہ ہے [illegible] یہ بات ہمارے نزدیک قطعی طور پر محقق اور ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ایک فرد واحد یعنی یگانہ اور موجود ہے جو مخلوق سے راضی ہوتا ہے اور ناراض بھی ہوتا ہے معاف کرتا ہے اور مواخذہ بھی کرتا [illegible] علم و اعتقاد واجب ہے جس کو انسان کی جبلت اور فطرت چاہتی ہے جو شخص اس عقیدہ میں کوتاہی [illegible] کا تو وہ زندیق اور کافر ہوگا۔

[illegible] ابوالحسن واہری کی تحقیق

شیخ ابوالحسن واہری صاحب تکمیل نامہ اپنی کتاب نتائج الحیات الابدیہ میں فرماتے ہیں کہ اے [illegible] صادق جان لو کہ وہ لوگ (اللہ ان پر راضی ہو) کہتے ہیں کہ وجود واحد ہے یعنی ایک ہے اور وہ حق [illegible] کی ہستی ہے اور تمام موجودات کی ہستی اسی حق تعالیٰ کی ہستی ہے بعینہ بے کم و بیش لیکن جب وحدت [illegible] اطلاق کرتے ہیں تو یہ معنی نہیں کہتے کہ تمام موجودات الہیہ متعدد ہیں یہ تو شرک ہے کھلا اور نہ یہ [illegible] کہ اللہ تعالیٰ اشیاء میں حلول کر گیا ہے یہ مذہب حلولیوں کا ہے اور نہ یہ معنی کہ اللہ تعالیٰ مخلوقات کے [illegible] متحد ہو گیا ہے کیونکہ یہ چیز تو ترکیب سے ہو سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند و برتر ہے بلکہ

بایں معنی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی موجود نہیں اور تمام موجود (ہست) اسی کی ہستی ہے لیکن وہ ملحوظ رکھتے ہیں کہ مراتب کی رعایت کرتے ہیں کہ ہستی کو من حیث صرافت حقیقت حق تعالیٰ کہتے ہیں اور من حیث تعینات حقائق عالم کہتے ہیں (حاشیہ بچاول نامہ ص ۲۲)

مولانا اشرف علی تھانوی شیخ اکبرؒ پر کیے جانیوالے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں ان اعتراضات میں سے ایک یہ ہے کہ معترض یہ دعویٰ کرتا ہے کہ شیخ اپنی کتابوں میں بار بار یہ کہتے ہیں کہ لا موجود الا اللہ یعنی سوا اللہ تعالیٰ کے کوئی موجود نہیں (اور اس سے شرائع کا ابطال لازم آتا ہے کیونکہ سب احکام فرع وجود ہی کے ہیں جب وجود نہیں تو احکام کہاں)

جواب:۔ شیخ نے اپنے عقیدہ صغریٰ میں جس سے فتوحات مکیہ کو شروع کیا ہے فرمایا کہ حق جل شانہ موجود ہے کسی موجد کی طرف اس کو احتیاج نہیں بلکہ تمام موجودات اپنے وجود میں اسی کے محتاج ہیں تمام عالم اس کے واسطہ سے موجود ہے اور وہ بذاتہ موجود ہے (اس قول میں تصریح ہے کہ ماسوی اللہ وجود کے ساتھ متصف اور موجود ہے معلوم ہوا کہ لا موجود الا اللہ کے وہ معنی نہیں جو ظاہراً مفہوم ہوتے ہیں بلکہ دوسرے معنی مراد ہیں جو عنقریب مذکور ہوتے ہیں اور شیخ نے رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کے متعلق کہ عرب کے اقوال میں سب سے سچا شعر یہ ہے۔

کہ یاد رکھو سب ماسوی اللہ باطل ہے یہ فرمایا ہے کہ جاننا چاہیے کہ موجودات اگرچہ (اس قول میں) باطل (غیر ثابت) کے ساتھ موصوف کیے گئے ہیں تاہم وہ وجود کے اعتبار سے حق (یعنی ثابت) بھی ہیں لیکن (غیر ثابت قرار دینے کی وجہ یہ ہے) کہ صاحب مقام پر جب مقام کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ تمام ماسوی اللہ کو باطل دیکھتا ہے کہ اس کا وجود خود اس حیثیت سے اس کی ذات سے نہیں ہے بلکہ (غیر سے مستفاد) ہے) اس لئے وہ بحکم عدم میں ہے (یعنی وہ حقیقۃً موجود ہے اور حکماً معدوم ہے) اور یہ بھی منجملہ ان وجوہ کے ہے جن سے حق تعالیٰ اپنے موجود ہونے کے اعتبار سے وجود خلق سے ممتاز ہے۔

(التنبیہ الطربی فی التنزیہ ابن عربی مطبوعہ اشرف المطابع ۳۶،۲۵)

(نوٹ) حضرت تھانوی اور ابن عربی نے جس شعر کا ذکر کیا ہے لبید بن ربیعہ العامری کا شعر مراد ہے جو کہ زمانہ جاہلیت کے شاعر تھے اس کے شعر کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا سب سے سچی بات جو کسی

...نے کہی ہے وہ لبید کا یہ قول ہے۔

الا کل شئی ما خلا اللہ باطل   و کل نعیم لا محالۃ زائل

یہ حدیث امام بخاری نے تین جگہ بیان کی ہے باب الجاہلیہ میں ابو ہریرہ سے کتاب الادب میں ابن ...سے اور باب الرقاق (بخاری ص ۹۶۰) میں محمد بن مثنی سے اسی طرح امام مسلم نے محمد بن الصباح اور دوسری ...سے اس حدیث کو روایت کیا ہے امام ترمذی نے باب الاستیذان میں علی ابن حجر سے شمائل میں محمد بن ...سے روایت کیا ہے ابن ماجہ نے باب الادب میں محمد بن الصباح سے اسے روایت کیا ہے۔

امام شعرانیؒ نے اعتراض مذکور کے جواب میں یہ فرمایا ہے کہ اگر اس قول لا موجود الا اللہ کی نقل ان سے ثابت ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ بجز حق تعالیٰ کے کوئی موجود بالذات نہیں ہے اور اس کے سوا سب موجود بالغیر ہیں جیسا کہ اس طرف یہ حدیث مشیر ہے الا کل شئی ما خلا اللہ باطل سو جب حدیث میں بھی ماسوی اللہ کو باطل فرمایا ہے تو شیخ ہی نے اس سے زیادہ کیا کہہ دیا جس پر اعتراض کیا جاوے جس حدیث میں جو معنی ہیں غیر ثابت کے وہی معنی کلام شیخ میں ہیں غیر موجود کے یعنی غیر ثابت بالذات و غیر موجود بالذات جس شخص کی حقیقت ایسی ہو (کہ اس کا وجود بالذات نہ ہو) سو وہ عدم سے زیادہ قریب ہوگا کیونکہ وہ ایسا وجود ہوگا جس سے سابق بھی عدم ہوگا اور خود حالت وجود میں بھی وجود عدم کے درمیان دائر ہوگا کسی ایک جانب کے لئے خالص نہ ہوگا (ہر آن میں احتمال رہے گا کہ شاید اس وقت ہی عدم طاری ہو جاوے) پس اگر ثابت بھی ہو جاوے کہ شیخ نے یہ قول کہا ہے لا موجود الا اللہ ایسی حالت میں کہا ہوگا جبکہ ان کی نظر میں سب کائنات مضمحل ہو گئی ہوگی جبکہ انہوں نے اپنے قلب سے حق تعالیٰ کا مشاہدہ کیا ہوگا جیسا کہ ابو القاسم جنیدؒ کا قول ہے کہ جو حق کا مشاہدہ کرے گا اس کو خلق نظر نہ آوے گی اور حضرت جنیدؒ باتفاق قوم اہل تمکین سے ہیں اور شطح سے مبرا ہیں ان کا قول بھی شیخ ہی کی مثل ثابت ہے (التنبیہ الطربی ص ۲۳۶)

امام شعرانیؒ دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

اور شیخ ابن العربی کا کلام جس قدر لوگوں کی سمجھ میں نہیں آیا اور سبب اس کلام کا بلند پایہ ہوتا ہے اور جس قدر ان کا کلام ظاہر شریعت اور طرق جمہور کے خلاف ہے وہ ان کے کلام میں خارج سے داخل کیا گیا ہے چنانچہ شیخ ابو الطاہر مغربی نزیل مکہ نے مجھ سے اول یہ بیان کیا پھر اس کے بعد میرے دکھلانے کے

لئے فتوحات کا وہ نسخہ نکالا جس کو حضرت شیخ کے اس نسخہ سے مقابلہ کیا تھا جو شیخ کے خاص قلم کا لکھا ہوا شہر قونیہ میں تھا سو میں نے اس نسخہ میں ان عبارتوں میں سے کوئی عبارت نہیں دیکھی جن میں مجھ کو تردد تھا اور فتوحات کے اختصار کے وقت میں نے ان کو حذف کر دیا تھا (التنبیہ الطربی ۴۸)

شیخ الاسلام مخزومی فرماتے ہیں کہ میں جب قاہرہ میں پہنچا جس سال ہمارے شیخ سراج الدین بلقینیؒ کی وفات ہوئی اور یہ واقعہ سنہ آٹھ سو چار میں ہوا میں نے ان سے اس امر کا تذکرہ کیا جو شیخ محی الدین کے حق میں بعض اہل شام سے سنا تھا کہ وہ حلول واتحاد کے قائل ہیں شیخ نے فرمایا معاذ اللہ اور ان کی شان اس سے بالکل ارفع ہے وہ تو اعظم آئمہ سے ہیں اور ان لوگوں سے ہیں جو کتاب وسنت کے دریاؤں میں شناوری کئے ہوئے ہیں (تو ایسا شخص کہیں ایسے امر کا قائل ہو سکتا ہے) (التنبیہ الطربی ۴۹)

امام شعرانیؒ نے تیسرے مقام پر اس کو نقل کر کے فرمایا:

پس جھوٹا ہے جس شخص نے شیخ پر افتراء کیا ہے کہ وہ حلول واتحاد کے قائل ہیں آخر میں فرمایا غالباً منکرین نے مسئلہ مظہریت کو غلط سمجھ کر حلول میں داخل کیا ہے حالانکہ اس کو اس سے کچھ نسبت نہیں (التنبیہ الطربی ۵۰)

اس الزام کی تردید میں مولانا تھانویؒ نے فتوحات مکیہ کی عبارت پیش کی ہے فرماتے ہیں شیخ کے عقیدہ وسطیٰ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے برتر ہے کہ اس میں حوادث حلول کریں اور شجرۃ الکون میں فرمایا کہ وہ فرد ہے صمد ہے نہ کسی شے کے اندر ہے نہ کسی شے کے ساتھ قائم ہے نہ کسی شے کا محتاج ہے نہ وہ ہیکل ہے نہ شبیہ ہے نہ صورت ہے نہ جسم ہے نہ متحیز والا نہ ذی کیفیت ہے نہ مرکب ہے اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سمیع بصیر ہے اس میں حلول واتحاد کی نہایت اہتمام کے ساتھ نفی ہے اور شیخ نے ایک کلام طویل میں فرمایا ہے کہ اتحاد کا وہی قائل ہو گا جو اہل الحاد ہو گا اور جو لوگ حلول کے قائل ہیں وہ اہل جہل اور فضول ہیں (التنبیہ الطربی ۵۰)

پیر مہر علی شاہ اپنے ملفوظات میں توحید وجودی کے متعلق اخص الخواص کے عقیدہ کا بیان کے تحت فرماتے ہیں۔

ظاہر بین حضرات جنہیں قدرت نے نور باطن سے نہیں نوازا اپنی کم فہمی کی وجہ سے شیخ اکبر کے

توحید وجودی کو عقیدہ حلول سے منسوب کرتے ہیں حالانکہ حضرت شیخ نے اپنی تحریروں میں صریحاً ان عقیدوں کا انکار اور رد فرمایا ہے۔

ابن عربیؒ اکابرین امت کی نظر میں

ابن عربیؒ کے بارے میں گزشتہ صفحات میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ وہ نہ حلول کے قائل تھے نہ اتحاد کے نہ عینیت کے ان معانی کے اعتبار سے جو کفر ہیں۔ بلکہ وہ شریعت کی رسی کو تھامنے والے تھے اسی لئے ان سے اگر کوئی کلام ایسا ظاہر ہوا تو وہ حالت سکر میں ہوا جو قابل مواخذہ نہیں۔

حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ فرماتے ہیں شیخ الشیوخ ؒ ہمعصر اور ہم وطن ابن عربی لوگوں نے شیخ اکبر کا حال ان سے پوچھا فرمایا فھو زندیق آدمی ان کے صحبت سے اعراض کرتے تھے جب انہوں نے وفات پائی لوگوں نے شیخ الشیوخ سے ان سے آخرت کا حال دریافت کیا ارشاد ہوا صار قطب الوقت من کان ولی اللہ تمام لوگ متعجب ہوئے عرض کیا کہ کیوں ان کو زندیق کہہ کر ہم کو استفادہ سے محروم رکھا جواب میں فرمایا کہ وہ ولی واصل بحق تھے لیکن جذبہ قوی رکھتے تھے ہر چند مقرب بارگاہ تھے مگر قابل اتباع نہ تھے آخر زمانہ میں مجذوب ہو گئے تھے اور زبان ان کی افشاء اسرار میں بے اختیار ہو گئی تھی اگر تم لوگ ان کی صحبت میں رہتے تو گمراہ ہو جاتے کیونکہ غلبہ حال سے ایسی ایسی باتیں کرتے تھے جو تمہارے سمجھ میں آنے کے قابل نہ تھیں اور عوام کے لئے نقصان رساں تھیں۔ اگر خیال کرو تو میں نے تمہارے اوپر احسان کیا پس اس جگہ فرمانا چاہیے کہ ہم لوگوں کا کیا منصب ہے کہ کس دنا کس بازاریوں سے مسئلہ وحدۃ الوجود وحدۃ الشہود کا ذکر کریں اور عوام کو تھوڑا بہت ایمان تقلیدی رکھتے ہیں اس ایمان سے بھی بے نصیب کریں اس معاملہ میں گفتگو فضول ہے بلکہ اپنا وقت اور عوام کا اعتقاد ضائع کرنا ہے (شمائم امدادیہ ص ۳۲)

فتوحات میں شیخ ابن العربی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جو حقیقت خلاف شریعت ہو وہ زندقہ ہے نیز فتوحات میں ہے کہ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا کوئی رستہ نہیں بجز اس طریقہ کے جو مشروع فرمایا ہے مکرر فرمایا کہ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا کوئی رستہ نہیں بجز اس کے جس کو شروع فرمایا (التنبیہ الطربی ۸۷)

شیخ ابن العربی کا ارشاد ہے جو شخص میزان شریعت کو ایک لحظہ بھی اپنے ہاتھ سے پھینک دے گا

وہ ہلاک ہو جائے گا (التنبیہ الغربی ۳۹)

نیز فتوحات کے باب تین سو بیاسی میں شیخ نے فرمایا کہ جو شخص غوامض شریعت کے سمجھنے اور مشکلات علوم توحید کے حل کرنے کی طرف آنا چاہے اس کو چاہیے کہ اپنی عقل و رائے کے حکم کو چھوڑ دے اور شرع ربانی کو اپنا پیشوا بنائے (التنبیہ الغربی ۸)

امام شعرانی ابن عربی کی کلام کو اپنی تائید میں پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اعلم ان مما یوید هذه المیزان ما اجمع علیه اهل الکشف وصرح به الشیخ محی الدین فی الکلام علی مسح الخف من الفتوحات . (المیزان الکبری للشعرانی ص ۳۰)

ترجمہ:۔ جان لو کہ اس میزان کی جو چیز تائید کرتی ہے وہ وہ چیز ہے جس پر اہل کشف کا اجماع ہے اور شیخ ابن عربی نے بھی فتوحات میں مسئلہ خف پر اس کی تصریح کی ہے۔

امام شعرانی دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

فان قلت فهل ما وقع من رسول الله ﷺ لیلة الاسراء من المراجعة فی شان الصلوٰة کان اجتهادا منه ام لا فالجواب کما قال الشیخ محی الدین کان ذلک منه اجتهادا (المیزان الکبری للشعرانی ص ۵۸)

ترجمہ:۔ پس اگر تو کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معراج کی رات جو نماز کے بارے میں بار بار رجوع کیا کیا وہ آپ کے اجتہاد سے تھا؟ پس جواب یہ ہے جیسا کہ شیخ محی الدین ابن عربی نے فرمایا کہ یہ رجوع کرنا اپنے اجتہاد سے تھا۔

(نوٹ) امام شعرانی کا ان دونوں مقامات پر ابن عربی کے قول کو اپنی تائید میں پیش کرنا ان کی امامت پر دلالت کرتا ہے۔

قال ابن مسدی فی جملة ترجمته کان جمیل الجملة والتفصیل محصلا لفنون العلم اخص تحصیل وله فی الادب الشاو الذی لا یلحق و التقدم الذی لا یسبق قال و کان

... المذهب في العبادات باطني النظر في الاعتقادات خاض بحار تلك ...ات وتحقق بمحيا تلك الاشارات وتصانيفه تشهد له عند اولي البصر بالتقدم ...دام ومواقف النهايات في مزالق الاقدام ولهذا ما ارتبت في امره والله تعالى اعلم ... (التاج المکلل ص ۱۴۱)

... ابن سعدی آپ کے جملہ حالات میں کہا ہے کہ اجمال وتفصیل کے لحاظ سے اونچے تھے فنون علم کو ...طور پر حاصل کرنے والے تھے۔ وہ ادب میں اس مقام پر پہنچے کہ کوئی ان کو نہ پاسکا اور ایسے آگے ... کہ کوئی ان سے سبقت نہ کرسکا عبادات میں ظاہر المذہب تھے اور اعتقادات میں باطنی النظر تھے ... نے عبادات کے سمندر میں غوطہ خوری کی اور ان اشارات کو زندہ کیا اور ان کی تصانیف اہل بصیرت ... کے لیے ان کے اقدام کی گواہی دے رہی ہیں۔

... الشيخ شمس الدين الذهبي ان له توسعا في الكلام وذكاء وقوة خاطر حافظة ...قيقا في التصوف وتاليف جمة في العرفان معتبرة ولو لا شطحة في الكلام لم يكن ...ا ولعل ذالک وقع منه حال سكره وغيبته فيرجى له الخير انتهى (التاج المکلل ...)

...: شمس الدین ذہبی فرماتے ہیں ان کے لئے کلام میں توسع تھا ذہین تھے قوی الحافظہ تھے تصوف ... دقیق النظر تھے ان کی ایسی عمدہ تالیفات ہیں جو علم وعرفان میں معتبر ہیں۔ اگر ان کے کلام میں شطحیات ... تو کوئی حرج نہ تھا شاید ان سے حالت غیبت وسکر میں شطحیات کا صدور ہوا ان کے لئے خیر کی امید ...ی جاتی ہے۔

...حافظ ذہبیؒ اور ابن عربیؒ

حافظ ابو عبداللہ ذہبی (صاحب اسماء الرجال) سے شیخ محی الدین کے اس قول کی نسبت جو ... نے اپنی کتاب فصوص میں کہا ہے کہ انہوں نے اس کتاب کو حضرت نبویہ کی اذن سے بنایا ہے پوچھا ... انہوں نے فرمایا میں یہ گمان نہیں کرتا کہ ایسا شیخ جھوٹ کہتا ہو حالانکہ حافظ ذہبی شیخ پر اور جماعت صوفیہ

پر شدت کے ساتھ نکیر کرنے والوں میں ابن سبعین بھی ہیں اور ابن تیمیہ بھی (التجمیہ الطرابی ۲۰)
حضرت مجددؒ ابن عربی کے بارے میں لکھتے ہیں:

انہوں نے کمال معرفت سے اس مسئلہ دقیقہ کو شرح کیا اور ابواب اور فصلوں میں تقسیم کر کے صرف ونحو کی طرح جمع کیا باوجود اس امر کے پھر بھی طائفہ میں سے بعض نے ان کی مراد کو نہ سمجھ کر ان کی طرف منسوب کیا اور ان پر طعن وملامت کی اس مسئلہ کی اکثر تحقیقات میں شیخ حق پر ہیں اور ان پر طعن کرنے والے دور از ثواب ہیں شیخ کی بزرگی اور ان کے علم کی زیادت اس مسئلہ کی تحقیق سے معلوم کرنی چاہیے اور ان پر رد وطعن نہ کرنی چاہیے (مکتوبات ص ۹۰ دفتر سوم)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔

اس بارے میں جو کچھ اس فقیر پر ظاہر کیا گیا ہے مفصل بیان کرتا ہے پہلے شیخ محی الدین ابن عربی کا جو متاخرین صوفیاء کا امام مقتدا ہے اس مسئلہ میں جو مذہب ہے وہ بیان کرتا ہے۔
مکتوبات ص ۳۳ ج ۲)

تیسرے مقام پر حضرت مجددؒ فرماتے ہیں:

یہ فقیر شیخ محی الدین کو مقبولین میں سمجھتا ہے لیکن ان کے وہ علوم جو جمہور کے عقائد اور کتاب وسنت کے ظواہر کے خلاف ہیں ان کو خطا اور مضر سمجھتا ہے لوگوں نے ان کے بارے میں افراط وتفریط کی راہ اختیار کی ہے اور وہ میانہ روی سے دور جا پڑے ہیں ایک جماعت شیخ پر زبان طعن وملامت دراز کرتی ہے اور ان کے معارف وحقائق کا بھی انکار کرتی ہے دوسری جماعت نے شیخ کی مکمل تقلید اختیار کی ہے اور ان کے تمام معارف وحقائق برسرِ حق سمجھتی ہے اور دلائل وشواہد سے ان کی حقیقت ثابت کرتی ہے اس میں شک نہیں کہ دونوں فریقوں نے افراط وتفریط کی راہ اختیار کی ہے اور وہ میانہ روی سے دور جا پڑے ہیں ...... عجیب معاملہ ہے کہ شیخ محی الدین مقبولین حق میں نظر آتے ہیں اور ان کے اکثر معارف وتحقیقات جو اہل حق کے خلاف ہیں خطا وصواب نظر آتے ہیں (مکتوب ۲۶۶ دفتر اول)

مؤرخ الاسلام مولانا ابوالحسن ندویؒ لکھتے ہیں:

شیخ محی الدین ابن عربی نے ۶۳۸ھ میں ابن تیمیہ کی ولادت سے ۲۳ سال پیشتر وفات پائی

ابن عربی کی کتابیں خصوصاً فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم عام طور پر متداول تھیں اور علمی حلقوں میں وقعت کی نظر سے دیکھی جاتی تھیں (تاریخ دعوت وعزیمت ص ۶۸ حصہ دوم)

ابن تیمیہؒ باوجود ابن عربی کے مخالف ہونے کے لکھتے ہیں:

وهذه المعانی کلها هی قول صاحب الفصوص والله تعالی اعلم بمامات الرجل علیه و الله یغفر لجمیع المسلمین والمسلمات والمؤمنین والمومنات الاحیاء منهم والاموات ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک رءوف رحیم۔

ترجمہ:۔ یہ تمام مضامین صاحب فصوص کے اقوال میں اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے کہ ان کا خاتمہ کس چیز پر ہوا اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں مردوں اور عورتوں زندہ و مردہ کی مغفرت فرمائے اے ہمارے پروردگار ہماری اور ہمارے ان بھائیوں کی مغفرت فرمادے جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ چلے گئے اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کی طرف سے کھوٹ نہ رکھ ہمارے پروردگار تو بڑی شفقت والا مہربان ہے (مکتوب شیخ الاسلام بنام شیخ نصر المنبجی مندرجہ جلاء العینین ص ۵۷)۔

دوسرے مقام میں فرماتے ہیں:

واما الفاجر التلمسانی فهو اخبث القوم واعمقهم فی الکفر فانه لا یفرق بین الوجود والثبوت کما یفرق ابن عربی۔

ترجمہ:۔ باقی رہا تلمسانی فاسق تو اس گروہ میں اس کی خباثت سب سے بڑھی ہوئی تھی اور کفر میں وہ سب سے گہرا ہے اس لئے کہ وہ وجود و ثبوت کے درمیان اس طرح بھی فرق نہیں کرتا جس طرح ابن عربی کرتے ہیں (ایضاً ص ۵۸)

تیسرے مقام پر لکھتے ہیں:

لکن ابن عربی اقربهم الی الاسلام واحسن کلاما فی مواضع کثیرة فانه یفرق بین المظاهر والظاهر فیقر الامر والنهی والشرائع علی ما هی علیه ویامر بالسلوک بکثیر مما امر به المشائخ من الاخلاق والعبادات ولهذا کثیر من العباد یاخذون من کلامه

سلوکہم فینتفعون بذالک وان کانوا لا یفقہون حقائقہ ومن فہمہا منہم ور اللہ لہ لسبن قولہ ۔

ترجمہ:۔ ابن عربی ان لوگوں میں اسلام سے قریب تر ہیں اور ان کا کلام بہت سے مقامات پر نیشنا ہے اس لئے وہ مظاہر اور ظاہر میں فرق کرتے ہیں امر و نہی اور شرائع و احکام کو اپنی جگہ رکھتے ہیں مشائخ و احکام کو اپنی جگہ رکھتے ہیں مشائخ نے جن اخلاق و عبادات کی تاکید کی ہے ان کو اختیار کرنے کا مشورہ دیتے ہیں اس لئے بہت سے عابد و صوفی ان کے کلام سے سلوک کو اخذ کرتے ہیں اگرچہ وہ ان کے حقائق کو اچھی طرح نہیں سمجھتے ان میں سے جو ان حقائق کو سمجھ لیتے ہیں اور ان کی موافقت کرتے ہیں ان پر ان کے کلام کی حقیقت منکشف ہو جاتی ہے۔ (جلاء العینین ص ۵۷)

شیخ الاسلام مخزومیؒ اور ابن عربیؒ

شیخ الاسلام مخزومی فرماتے ہیں کہ میں جب قاہرہ میں پہنچا جس سال ہمارے شیخ سراج الدین بلقینی کی وفات ہوئی اور یہ واقعہ سنہ آٹھ سو چار میں ہوا میں نے ان سے اس امر کا تذکرہ کیا جو شیخ محی الدین کے حق میں بعض اہل شام سے سنا تھا کہ وہ حلول و اتحاد کے قائل ہیں شیخ نے فرمایا معاذ اللہ اور فرمایا ان کی شان اس سے بالکل ارفع ہے وہ تو اعظم ائمہ سے ہیں اور ان لوگوں سے ہیں جو کتاب و سنت کے دریاؤں میں شناوری کئے ہوئے ہیں (تو ایسا شخص کہیں ایسے امر کا قائل ہو سکتا ہے)(التنبیہ الطربی ص ۲۹)

دوسرے مقام پر شیخ الاسلامؒ یہ فرماتے ہیں:

اپنے کو شیخ محی الدین کے کلام پر (معاندانہ) انکار کرنے سے بہت بچانا کیونکہ اولیاء کے گوشت (زہر آلود) ہیں اور ان سے بغض رکھنے والے کے دین کا برباد ہو جانا ایک مسلم بات ہے اور جو شخص ان سے بغض رکھتا ہے وہ نصرانی ہو کر مرتا ہے۔ جو شخص ان کی شان میں گستاخی کے ساتھ زبان درازی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو موت قلب میں مبتلا کرتا ہے۔ (التنبیہ الطربی ص ۱۹)

شیخ قطب الدین شیرازیؒ اور ابن عربیؒ

شیخ محی الدینؒ علوم شریعت و حقیقت میں کامل تھے ان کی شان میں وہی شخص جرح و قدح کرتا ہے جو ان کے کلام کو نہیں سمجھتا (التنبیہ الطربی ص ۲۰)

...ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ابن عربیؒ

...شاہ ولی اللہ اپنے مکتوب مدنی کے خطبہ کے شروع میں فرماتے ہیں:

...وصل الی کتابکم الذی سالتمونی فیہ ان وحدۃ الوجود علی ما ذکرہ الشیخ ...ر واتباعہ وعن وحدۃ الشہود علی ما ذکرہ الشیخ المجددؒ وھل یمکن التطبیق ...ما رضی اللہ تعالی عن الجمیع وارضاھم (مکتوب مدنی ص۱)

...: تحقیق میرے پاس تمہارا خط پہنچا ہے جس میں تم نے مجھ سے وحدۃ الوجود جیسا کہ شیخ اکبرؒ اور ان ...عین نے ذکر کیا ہے اور وحدۃ الشہود جیسا کہ شیخ مجددؒ نے ذکر کیا ہے ان کے بارے میں سوال کیا ہے ...پوچھا ہے کہ کیا ان دونوں کے درمیان (اللہ ان سے راضی ہو اور ان کو راضی کرے) تطبیق ممکن ہے۔

...ولی اللہؒ دونوں حضرات کو دعا دے رہے ہیں اور ابن عربی کو الشیخ الاکبر کے لقب سے ذکر فرما رہے ہیں ...سے ان کے نزدیک ابن عربی کا مقام واضح ہوتا ہے۔

حضرت الشاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ اور ابن عربیؒ

حضرت الشاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ ابن عربی کا ذکر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

الشیخ الاکبر والکبریت الاحمر فاتح الطریقۃ الولایۃ وخاتمھا ناشر درر المعرفۃ ...ناظمھا الداعی الی طریق الھدایۃ الخائض فی بحار العنایۃ صاحب الکرامات البدیعۃ ...المقامات الرفیعۃ ابی عبداللہ محمد بن علی بن محمد ابن العربی الطائی المغربی ...المالکی (دمغ الباطل ص۹۹)

...شاہ رفیع الدین کا ان جلیل الشان القابات کے ساتھ ابن عربی کا ذکر فرمانا اس بات پر دلالت کرتا ہے ان ...کے ہاں ابن عربی کا مقام کس قدر بلند تھا۔

...شاعر مشرقؒ اور ابن عربیؒ

علامہ اقبالؒ کو کیمبرج یونیورسٹی میں زمان ومکان کے متعلق حضرت شیخ اکبر کے نظریہ پر لیکچر ...دینا تھا لیکن انہیں ابھی موت نے مہلت نہ دی انہوں نے اس موقع پر حضرت پیر مہر علی شاہؒ کو ایک عریضہ لکھا

ان کے عریضہ کی نقل اقبال نامہ جلد اول میں شائع ہو چکی ہے تاہم یہاں بھی درج کی جاتی ہے۔

لاہور ۱۸ اگست ۱۹۳۳ء

مخدوم و مکرم حضرت قبلہ السلام علیکم!

اگر چہ زیارت اور استفادہ کا شوق ایک مدت سے ہے تاہم اس سے پہلے شرف نیاز حاصل نہیں ہوا اب اس محرومی کی تلافی اس عریضہ سے کرتا ہوں گو مجھے اندیشہ ہے کہ اس خط کا جواب لکھنے یا لکھوانے میں جناب کو زحمت ہوگی بہر حال جناب کی وسعت اخلاق پر بھروسہ کرتے ہوئے یہ چند سطور لکھنے کی جرأت کرتا ہوں کہ اس وقت ہندوستان بھر میں کوئی اور دروازہ نہیں جو پیش نظر مقصد کے لئے کھٹکھٹایا جائے میں نے گذشتہ سال انگلستان میں حضرت مجدد الف ثانی پر ایک تقریر کی تھی جو وہاں کے اداشناس لوگوں میں بہت مقبول ہوئی اب پھر ادھر جانے کا قصد ہے اور اس سفر میں حضرت محی الدین ابن عربی پر کچھ لکھنے کا ارادہ ہے نظر بایں حال چند امور دریافت طلب ہیں جناب کے اخلاق کریمانہ سے بعید نہ ہوگا اگر سوالات کا جواب شافی مرحمت فرمایا جائے۔

(۱) اول یہ کہ حضرت شیخ اکبرؒ نے تعلیم حقیقت زمان کے متعلق کیا کہا ہے اور آئمہ متکلمین سے کہاں تک مختلف ہے (۲) یہ تعلیم شیخ اکبرؒ کی کون کون سی کتب میں پائی جاتی ہے اور کہاں کہاں؟ اس سوال کا مقصود یہ ہے کہ سوال اول کے جواب کی روشنی میں خود بھی ان مقامات کا مطالعہ کر سکوں (۳) حضرات صوفیہ میں اگر کسی بزرگ نے بھی حقیقت زمان پر بحث کی ہو تو ان بزرگ کے ارشادات کے نشان بھی مطلوب ہیں مولوی سید انور شاہ صاحب مرحوم و مغفور نے مجھے عربی کا ایک رسالہ مرحمت فرمایا تھا اس کا نام تھا دراية الزمان جناب کو ضرور اس کا علم ہوگا میں نے یہ رسالہ دیکھا مگر چونکہ یہ رسالہ بہت مختصر ہے اس لئے مزید روشنی کی ضرورت ہے۔

میں نے سنا ہے کہ جناب نے درس و تدریس کا سلسلہ ترک فرما دیا ہے اس لئے مجھے یہ عریضہ لکھنے میں تامل تھا لیکن مقصود چونکہ خدمت اسلام ہے مجھے یقین ہے کہ اس تصدیع کے لئے جناب معاف فرمائیں گے باقی التماس دعا مخلص محمد اقبال (مہر منیر ص ۳۲۶)

علامہ کے اس مکتوب سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ان کے دل میں شیخ اکبرؒ اور ان کے ہم خیال

کا ان کا کس قدر زیادہ احترام تھا اور وہ ان کی علمی جلالت اور عرفانی بصیرت کے کس درجہ معتقد تھے۔

نواب صدیق حسن خان لکھتے:

قال بعضهم ان مصنفاته بلغت نيفا وار بعمائة مصنف وكان يقول بالقدم وذهب في ذلك مذهب بعض المتصوفة فكفره بعضهم ورموه بضعف المعتقد انكر عليه قوم كلمات والفاظ وقعت في كتبه قد قصرت افهامهم عن ادراك معانيها اما المحققون فقد اجمعوا على جلالته في سائر العلوم وانكروا على من يطالع كلامه من غير سلوك طريق الرياضة خوفا من حصول شبة في معتقده وكراماته ومناقبه كثيرة لا تحصى (التاج المكلل ص ١٢٣)

ترجمہ:۔ اور بعض نے فرمایا ان کی تصنیفات کی تعداد چار سو سے کچھ اوپر ہے اور وہ قدم کے قائل تھے اور اس مسئلہ میں بعض صوفیا کے مسلک کو اختیار کیا پس بعض نے ان کی تکفیر کی ہے اور ان کی نسبت ضعف اعتقاد کی طرف کی ہے اور ایک قوم نے ان پر ان کے ان کلمات اور ان الفاظ کی وجہ سے اعتراض کیا ہے جو ان کی کتب میں واقع ہوئے ہیں۔ حالانکہ اعتراض کرنے والوں کی فہم ان کے معانی کے ادراک سے قاصر ہے۔ بہر حال محققین تمام علوم میں ان کی عظمت شان کے قائل ہیں۔ اور جو بغیر ریاضت کے سلوک کو طے کئے ہوئے ان کی کتب کا مطالعہ کرتا ہے اس پر اعتراض کرتے ہیں اس خوف سے کہ وہ آپ کے اعتقاد و کرامات کے بارے میں شبہ میں پڑ جائے گا آپ کے مناقب اس قدر کثیر ہیں کہ شمار سے باہر ہیں۔

آگے لکھتے ہیں:

هو حجة الله الظاهرة وايته الباهرة وقد اتصدى للانتصار له والاذعان لفضله من فحول العلماء الجم الغفير (التاج المكلل ص ۱۲۳)

ترجمہ:۔ وہ اللہ کی ظاہری حجت تھے، واضح نشانی تھے، بڑے بڑے علماء میں سے ایک جم غفیر نے آپ کی حمایت کی ہے اور آپ کی فضیلت کے قائل ہوئے ہیں۔

اما كتبه ومصنفاته فالبحور الزواجر التي لكثرتها وجواهرها لا يعرف لها اول ولا اخر ما وضع الواضعون مثلها وانما خص الله بمعرفة قدرها اهلها ومن خواص كتبه ان

من واظب على مطالعتها والنظر فيها وتأمل ما في مبانيها انشرح صدره ل[illegible] المشكلات وفك المعضلات وهذا الشان لا يكون الا لانفاس من خصه الله بالعلوم اللدنية الربانية (التاج المكلل ص۱۲۳)

ترجمہ:۔ بہر حال آپ کی تصانیف وکتب ایسے سمندر ہیں کہ جو جواہرات اور کثرت کی وجہ سے [illegible] اول معلوم ہوتا ہے اور نہ آخر ان کی مثل کتب کسی نے تصنیف نہیں کیں اللہ تعالیٰ نے ان کی معرفت [illegible] ساتھ ان کو ہی خاص کیا جو اس کا اہل وحقدار تھا آپ کی کتب کے خواص میں سے ہے جو مواظبت [illegible] ساتھ ان کا مطالعہ کرتا ہے اور ان میں نظر کرتا ہے اور اس کے مبانی میں نظر کرتا ہے تو مشکلات کے حل [illegible] معضلات کے کھولنے کے لئے اس کا سینہ کھل جاتا ہے۔ اور یہ مقام انہی لوگوں کا ہوتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے وہبی علوم کے ساتھ خاص طور پر نوازا ہو۔

نیز لکھتے ہیں:

قال وله من المجلس ما لا يعرفني وبالجملة فهو حجة الله الظاهر وآيته الباهرة [illegible] كراماته فلا تحصر ها مجلدات قال الشعراني وقول المنكرين في حقه مثل غثاء و[illegible] لا يعباء به

ترجمہ:۔ اور میں کہتا ہوں کہ آپ کے اس قدر محاسن ہیں کہ شمار سے باہر ہیں آپ اللہ کی واضح حجت [illegible] اور واضح نشانی تھے آپ کی کرامات کا کئی جلدوں میں بھی سمانا مشکل ہے امام شعرانی فرماتے ہیں آپ کے مخالفین کے اقوال مثل دھول اور راکھ کی ہے ان کی کچھ پرواہ نہیں۔

آخر میں لکھتے ہیں:

فجزا الله عنا وعن سائر المسلمين جزاء حسنا افاض علينا من انواره وكسانا من حلل اسراره وسقانا من حميا شرابه وحشرنا في زمرة احبابه بجاه سيد اصفيائه وخاتم انبيائه ﷺ (التاج المكلل ص۱۲۵)

ترجمہ:۔ پس اللہ ان کو سب مسلمانوں کی طرف سے عمدہ جزا دے اور ہم پر ان کے انوارات کی بارش [illegible]

کرے۔ اور آپ کے اسرار کے زیورات سے ہم کو بھی زیور پہنائے اور آپ کے چشمہ سے ہمیں بھی سیراب کرے۔ اور ہمارا حشر آپ کے احباب و متعلقین میں کرے، محمد وانسانوں کے سردار خاتم انبیاء ﷺ کے واسطے۔

مشہور غیر مقلد نواب وحید الزمان لکھتے ہیں

وشيخنا ابن تيمية قد شدد الانكار على ابن عربي وتبعه الحافظ والتفتازاني وعندي انهم لم يفهموا مراد الشيخ ولم يمعنوا النظر فيه وانما ازحشتهم ظواهر الفاظ الشيخ في الفصوص ولو نظروا في الفتوحات لعرفوا ان الشيخ رحمه الله من اهل الحديث اصولا وفروعا وان من اشد الرادين على ارباب التقليد(ہدیۃ المہدی ص ۵۱)

ترجمہ:۔ اور ہمارے شیخ ابن تیمیہؒ نے ابن عربیؒ کی سخت مخالفت کی ہے اور حافظ ابن حجرؒ اور علامہ تفتازانی نے بھی ان کی اتباع کی ہے۔ اور میرے نزدیک انہوں نے شیخ کی مراد کو نہیں سمجھا اور نہ ان کے کلام کو گہری نظر سے دیکھا ہے۔ ان کو شیخ کے ان الفاظ کے ظواہر نے وحشت میں ڈال دیا جو کہ فصوص الحکم میں ہیں اگر وہ فتوحات مکیہ میں نظر کرتے تو وہ جان لیتے کہ شیخ تو اہل حدیث تھے اصولاً و فروعاً اور مقلدین پر سخت رد کرنے والوں میں سے تھے۔

نیز لکھتے ہیں:

قال الشيخ المجدد انا مخالف للشيخ واقول انه اخطا في هذه المسئلة ومع ذلك هو من اولياء الله تعالى والذى يذمه وينكر عليه هو في الخطر (ايضا ص ۵۱)

ترجمہ:۔ شیخ مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں میں شیخ ابن عربیؒ کا مخالف ہوں اور میں کہتا ہوں کہ انہوں نے اس مسئلہ میں خطا کی اس کے باوجود وہ اولیاء اللہ میں تھے اور وہ شخص جو ان کی مذمت اور ان کی مخالفت کرتا ہے وہ خطرے میں ہے۔

تیسرے مقام پر فرماتے ہیں:

قال السيد من اصحابنا اعتقادنا من الشيخ الاجل محي الدين بن العربي والشيخ احمد السرهندي انهما من صفوة عباد الله (ايضا ۵۱)

ترجمہ:۔ اور ہمارے نواب صدیق حسن خان ابن عربیؒ اور شیخ احمد سرہندیؒ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ دونوں اللہ کے برگزیدہ بندوں میں سے تھے۔

ڈاکٹر اسرار صاحب داؤد غزنوی کے حالات میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ مولانا داؤد غزنوی نے شیخ محی الدین ابن عربیؒ کے بارے میں فرمایا کہ حضرت ابن عربیؒ کا نظریہ وحدت وجود پر سب سے سخت تنقید حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمائی اور شدید ترین اختلاف کا اظہار کیا۔ لیکن اس کے باوجود ان کا ادب واحترام جس درجہ انہوں نے ملحوظ رکھا اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ مکتوبات میں ایک مقام پر آپ تحریر فرماتے ہیں من زلۃ برادر خوان ایشانم، لیکن چہ کنم ؟معاملہ صفات باری تعالیٰ است ....شیخ محی الدین ابن عربیؒ کے حضرت کا تعظیم آمیز کلمہ تو بہت ہی حیرانی کا موجب ہوا چنانچہ جمعہ کے بعد جب ایک جگہ کھانے پر ملاقات ہوئی تو مجھ سے نہ رہا گیا تو میں نے عرض کر ہی دیا کہ حضرت ! آپ نے ابن عربیؒ کا تذکرہ تعظیم وتکریم کے ساتھ کیا حالانکہ امام ابن تیمیہ کی رائے ان کے بارے میں بہت سخت ہے۔ اس کا جو جواب مولانا مرحوم نے دیا وہ اس قابل ہے کہ سنہری حروف سے لکھا جائے۔ اور دین کے تمام خادم اس کو حرز جان بنالیں میری بات سن کر مولانا نے قدرے توقف کے بعد فرمایا:

ڈاکٹر صاحب! ابن تیمیہؒ اور ابن عربیؒ دونوں ہی ہمارے بزرگ ہیں اپنے آپس کے اختلاف کو وہ جانیں، ہم خورد ہیں اور خورد رہنے ہی میں عافیت سمجھتے ہیں۔ مولانا نے یہ الفاظ اتنے شدید تاثر کے ساتھ فرمائے کہ ساتھ ہی ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ واقعہ یہ ہے کہ میں عرض نہیں کرسکتا کہ مولانا کے اس منکسرانہ قول سے میرے دل میں ان کی عزت میں ایک دم کس قدر اضافہ ہوا اور ان کا احترام کتنا بڑھ گیا (سوانح مولانا داؤد غزنوی ص ۸۸)

گذشتہ عبارات سے معلوم ہوگیا کہ ابن عربیؒ کا دامن، لگائے گئے الزامات سے پاک ہے۔ اور اگر کبھی اس قسم کا کلام ان سے ظاہر ہوا بھی تو حالت سکر میں ہوا اس لئے معذور ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆